چہار مقالہ

ہو الجلیل

انتساب

جو لوگ اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ ایک معمولی اینٹ مٹی کی بنی ہوئی عمارت خدائے ذوالجلال کے ساتھ منسوب ہونے کے بعد کیسی عزیز و مکرم ہو جاتی ہے۔ اور وہ حرم کعبہ و کلیسا، مسجد و مندر کے مقدس و محترم ناموں سے پکاری جاتی ہے۔ وہ وصفِ اضافی کی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے۔ اسی خیال کے ماتحت میں اپنی کوششوں کے اس حقیر نتیجہ کو اس فاضل ادیب استاذی المعظم عالی جناب قاضی فضل حق صاحب ایم۔ اے ماہر ادبیات فارسی پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کے اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔ اور بجا طور پر یہ توقع رکھتا ہوں کہ جہاں یہ انتساب کتاب کے عز و اعتبار میں چار چاند لگا دے گا۔ وہاں مجھے بھی زاویہ خمول سے نکال کر منظر عام پر لے آئیگا۔ انشاء اللہ!

خاک نشیں

عندلیب شادانی

بسم اللہ الجلیل

مقدمہ

ممالک ایران پر عربوں، ترکوں، مغلوں اور غز وغیرہ وحشی اقوام کے متواتر حملوں اور قتل و غارت نیز اہلِ ایران کے تغافل و تساہل کے باعث زبانِ فارسی کی ادبی اور علمی کتابیں تقریباً کل کی کل صفحہ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹ گئیں۔ اور جو باقی ہیں۔ ان کی مقدار اس قدر قلیل ہے کہ انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں۔ انہیں نادرات میں سے ایک چہار مقالہ بھی ہے۔

اس کا اصلی نام مجمع النوادر تھا۔ مگر چونکہ ابواب کی بجائے اس کی تقسیم چار مقالوں پر ہے اس لئے چہار مقالہ کے نام سے شہرت پائی اور اسم عرف کے حجاب میں پوشیدہ ہو گیا۔ سنہ تالیف کا اگرچہ خود کتاب میں کہیں ذکر نہیں لیکن قطعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ سنہ ۵۵۲ھ کے بعد کی تالیف نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسی سال سنجر سلجوقی نے وفات پائی اور تالیف کتاب کے وقت وہ زندہ تھا۔ چنانچہ مصنف نے اس کے حق میں اس طرح دعا کی ہے۔ اطال اللہ بقاءہ وادام الی المعالی ارتقاءہ (ص ۶۹) ایک اور مقام پر سلطان سنجر اور سلطان علاؤالدین غوری کو اس طرح دعا دی ہے خلد اللہ ملکھما و سلطانھما (ص ۱۱) اب دوسری طرف آئیے تو مصنف نے جہاں وہ کتب انشا گنائی ہیں۔ جن کا پڑھنا اور یاد کرنا

دبیروں کے لئے لازمی ہے۔ ان میں مقامات حمیدی بھی شامل ہے۔
(ص ۳۵) اور چونکہ مقاماتِ حمیدی کا سنہ تالیف ۵۵۱ھ ہے۔ اس لئے ہم
کہہ سکتے ہیں کہ چہار مقالہ ۵۵۱ھ سے پہلے نہیں لکھی گئی۔ اس طرح اس کی
تاریخ ۵۵۱-۵۲ھ کے مابین مخصوص ہو جاتی ہے۔

اس کتاب کا موضوع حکمتِ عملی ہے۔ مصنف کے خیال میں بادشاہ
کے لئے چار قسم کے لوگوں کا وجود اشد ضروری ہے۔ قیامِ سلطنت کے لئے
دبیر اور بقائے نام کے لئے شاعر کا وجود ناگزیر ہے۔ نظامِ امور میں منجم کے بغیر
چارہ نہیں اور صحتِ جسمانی کے لئے طبیب کا ہونا لازمی ہے۔ بنابریں ہر مقالے کے ضمن
میں فرق مذکورہ میں سے ایک ایک گروہ کے لوازم و شرائط مخصوصہ کی تشریح کرکے تقریباً
دس دس تاریخی حکایتیں مقام کی مناسبت توضیح کلام اور تائید بیان کیلئے سپردِ قلم کی ہیں
چونکہ یہ کتاب مغول کی تاخت و تاراج سے کوئی پچاس سال قبل یعنی تقریباً
۵۵۰ھ (۱۱۵۶-۵۵ء) کی تالیف ہے۔ جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر آئے ہیں۔
لہٰذا اس اختصار کے باوجود اپنی قدامت کی بنا پر فارسی لٹریچر کی کتابوں میں
اس کو ایک زبردست اہمیت حاصل ہے۔

دوسرے اس کی غایت اہمیت کا سبب اس کی تاریخی حیثیت ہے اور اس اعتبار سے
اس کا مقالہ دوم اشد اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں بہت سے قدیم ایرانی شعرا کے نام
ملتے ہیں جو ملوک سامانیہ و غزنویہ و دیالمہ و سلجوقیہ و غوریہ کے ہمعصر تھے۔ علاوہ بریں ان میں
سے چند مشاہیر مثلاً رودکی، عنصری، فرخی، معزی، فردوسی، ازرقی، رشیدی اور مسعود
سعد سلمان کے سوانح زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے اور یہ حالات و واقعات ہیں جو

اس کتاب کے علاوہ کسی اور ادبی یا تاریخی ماخذ سے ہمیں دستیاب نہیں ہو سکتے نیز ادبی اعتبار سے بھی اُن کی اہمیت نہایت عظیم الشان ہے علیٰ ہذا مقالہ سوم میں عمر خیام کے متعلق جو بعض حالات مسطور ہیں وہ نہایت قابل قدر ہیں۔ کیونکہ اول تو چہار مقالہ پہلی کتاب ہے جسمیں عمر خیام کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے سوا مصنف خود عمر خیام کے ہمعصر تھے اور انہیں حکیم موصوف سے ملاقات کا بھی موقعہ ملا ہے بلکہ ایک مقام پر انہوں نے اس امر کا بھی اعتراف کیا ہے کہ "اورا برمن استادی بود" (ص ۹)۔

تیسرے ادبی اعتبار سے بھی چہار مقالہ کی وقعت و اہمیت بہت زیادہ ہے اگرچہ مرادفات کی کثرت۔ لغات عربیہ کی بھتات، بے لطف قافیہ پیمائی اور لفظی صنعتگری ایران کے بیشتر انشاپردازوں خصوصاً متاخرین کا مخصوص انداز ہے لیکن اسکے برعکس چہار مقالہ کا اسلوب بیان نہایت صاف اور سادہ ہے اور مختصر لفظوں میں کثیر معنی کا ادا کر جانا اسکی ممتاز خصوصیت ہے عبارت کی بیساختگی و روانی طرز ادا کی دلکشی و شیرینی بندشوں کی چستی۔ فقروں اور جملوں کی بہم پیوستگی غرض عبارت کے جملہ اجزائے ترکیبی کی ساخت و وضع کچھ اس طور پر واقع ہوئی ہے جس نے اس کو نہایت مطبوع و گوارا بنا دیا ہے حسن عبارت کیلئے کہیں کہیں رنگینی سے بھی کام لیا گیا ہے مگر اعتدال کے ساتھ ٹھیک اس طرح جیسے غازہ رخ محبوب کو نکھار کر چمکا دے نہ اسقدر کہ اصلی رنگ کو دبا دے۔ فی نفسہ یہ فارسی کے انشاپردازوں کے لئے اس وقت بھی ایک ایسا قابل تقلید نمونہ ہے اور فارسی کی صرف چند ہی کتابیں مثلاً تاریخ ابو الفضل بیہقی تاریخ گزیدہ شیخ عطار کا تذکرۃ الاولیاء شیخ سعدی کی گلستان۔ انشائے قائممقام اور دو چار اور اس صف میں جگہ پا سکتی ہیں۔

باینہمہ چند مقامات خاص طور قابلِ غور و تامل ہیں۔ اوّل دیباچہ کی یہ عبارت
"و این امام بآفاق مشرق و مغرب و جنوب و شمال نتواند رسید تا اثر حفظ او
بقاصی و دانی رسد و امر و نہی او بعاقل و جاہل۔ لابد او را نائبان باشند کہ
باطراف عالم این نوبت ہمی دارند از ایشان ہر یکے را این قوت نباشد کہ
این جملہ ضعیف تقریر کنند۔ لابد سائس باید و قاہرے لازم آید۔ آں سائس و
قاہر را ملک خوانند یعنی بادشاہ و این نیابت را بادشاہی۔ پس بادشاہ
نائب امام است۔" (ص ۱۲)

اس عبارت میں کچھ عجیب خلط مبحث کیا ہے۔ شروع عبارت سے ایسا مفہوم
ہوتا ہے کہ امام کے نائب ملوک کے علاوہ اور لوگ ہیں اور ملوک قہر و سیاست میں
نائبین امام کے اجرائے احکام کا واسطہ ہیں۔ لیکن آخر عبارت میں صاف طور پر
کہہ دیا کہ بادشاہ خود امام کے نائب ہیں۔ اس کے بعد۔

مقالہ دوم میں رودکی کے حالات میں لکھتے ہیں۔
کہ نتواند گفتن بدیں عذبی کہ او در مدح ہمے گوید در ین قصیدہ :۔

آفریں و مدح سود آید ہمے　　گر بگنج اندر زیاں آید ہمے

و اندریں بیت از محاسن ہفت صنعت است اول مطابق۔ دوم متضاد
سوم مردف۔ چہارم بیانِ مساوات پنجم عذوبت ششم فصاحت ہفتم
جزالت۔ و ہر استادے کہ او را در علم شعر تبحرے ست چوں اندکے
تفکر کند داند کہ من دریں مصیبم والسلام۔" (ص ۶۱)

اس محل پر کئی باتیں قابلِ غور ہیں اول پہلی تین صنعتیں یعنی مطابق و متضاد و مردف کو

لفظ صنعت سے اور باقی چار یعنی بیان مساوات و عذوبت و فصاحت و جزالت کو لفظ مصدر سے تعبیر کرنا غایت درجہ رکیک و سخیف ہے اس لئے کہ اگر مراد نفس صنعت کی تعداد ہے تو کل صنائع کو لفظ مصدر سے ظاہر کرنا چاہئے تھا اور اگر مقصود شمار ہے کہ یہ صنائع اس میں صرف کیگئی ہیں تو سب کو لفظ صنعت سے ظاہر کرنا چاہئے تھا۔ دوم مطابق اور تضاد کو علیحدہ علیحدہ دو صنعتیں شمار کرنا کسی طرح درست نہیں اس لئے کہ ضدین یا اضداد کا جمع کرنا ایک صنعت معنوی ہے مطابقہ و تضاد و طباق و تکافو اسی ایک صنعت کے چار مختلف نام ہیں اور علم بدیع کی اصطلاح میں یہ سب مترادف الفاظ ہیں سوم فصاحت کو صنائع میں سے شمار کرنا ایک عجیب بلکہ بے معنی سی بات ہے اس لئے کہ فصاحت نظم و نثر بلغا کے لوازم میں سے ہے نہ کہ صنائع بدیع میں سے کوئی صنعت یا صفت زاید کہ اس سے متصف ہونا کلام کے لئے باعث حسن و زینت ہو اور اس کے فقدان سے کلام کو کوئی نقصان پہنچے علمائے بیان و معانی میں سے آج تک کسی نے فصاحت کو صنائع میں شمار نہیں کیا۔ آگے چل کر فردوسی کے حال میں تحریر فرماتے ہیں۔

فردوسی نیز سواد بہ شست و آں ہجو مشار بن گشت و از اں جملہ ایں شش بیت بماناست۔

مرا غمز کردند کاں پر سخن	بہ مہر نبی و علی شد کہن
اگر مہر شان من حکایت کنم	چو محمود را صد حمایت کنم
پرستار زادہ نیاید بکار	وگر چند باشد پدر شہریار
ازیں در سخن چند راندم ہمے	چو دریا کرانہ ندانم ہمے

بہ نیکی نہ بد شاہ را دستگاہ   وگرنہ مرا در نشاندے بگاہ
چو اندر تبارش بزرگی نبود   ندانست نام بزرگان شنود (ص ۸۱-۸۲)

یہ ایک عجیب و غریب ادعا ہے۔ کیونکہ اسے صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں یہ ماننا پڑیگا کہ ان چھ شعروں کے علاوہ ہجو کے باقی مشہور و معروف اشعار جو آج بھی شاہنامہ کے شروع میں موجود ہیں۔ وہ فردوسی کے نہیں لیکن اسکے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ اشعار زیر بحث کا فردوسی کی تصنیف سے ہونا تواتر سے ثابت ہے اسکے علاوہ ان اشعار کا طرز و اسلوب بالکل وہی ہے جو فردوسی کے باقی کلام کا انداز ہے۔ وہی متانت الفاظ۔ وہی زور۔ وہی پختگی۔ وہی وافی وہی اسحکام معانی غرض جس پہلو سے دیکھئے وہ فردوسی کا کلام ہونے کے سزاوار ہیں۔ بنابریں ہمارے مصنف کا ادعا ئے مذکور کسی طرح قابل تسلیم نہیں۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایک فاضل ادیب اور ایک بلند پایہ ادیب ہونے کے باوجود چہار مقالہ کے مطالعہ سے فن تاریخ میں مصنف کی نمایاں کمزوری کا ثبوت ملتا ہے۔ کہیں مشہور اشخاص کے نام ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہیں کہیں سنہ و سال کی تقدیم و تاخیر ہے۔ کہیں واقعات کے انضباط میں پوری احتیاط سے کام نہیں لیا گیا غرض اسی قسم کی بہت سی لغزشیں ہوئی ہیں۔ جن میں سے بعض جو زیادہ اہم ہیں مثال کے طور پر ہم اجمالاً یہاں بیان کرتے ہیں۔

دولت غزنویہ کے بانی الپتگین کو نوح بن منصور نصر بن احمد کا ہمعصر لکھا ہے۔ حالانکہ وہ نوح بن منصور کی تخت نشینی سے مدتوں قبل وفات پا چکا تھا۔ (ص ۳۵)

پھر سبکتگین داماد و جانشین الپتگین کا سیجوریوں سے مل کر خراسان پر چڑھائی کرنا اور اپنے خسر الپتگین سے معرکہ آرا ہونا بیان کیا ہے حالانکہ الپتگین اس واقعہ سے کچھ اوپر تیس سال پیشتر مر چکا تھا اور سبکتگین نے خود سیجوریوں پر فوج کشی کی تھی۔ نہ کہ الپتگین پر۔ اور یہ تاریخ کا ایک مشہور واقعہ ہے (ص ۳۶)

حسن بن سہل کو ذوالریاستین کے لقب سے یاد کیا ہے۔ حالانکہ ذوالریاستین ان کے بھائی فضل بن سہل کا لقب تھا۔ پھر مامون کی زوجہ بوران کو فضل بن سہل کی بیٹی تصور کیا۔ حالانکہ بوران فضل کے بھائی حسن بن سہل کی بیٹی تھی (ص ۴۳)

المسترشد باللہ کو سلطان سنجر سے جا بھڑایا ہے حالانکہ مورخین کا اس پر اجماع ہے کہ المسترشد باللہ کی یہ لشکر کشی سلطان مسعود کے مقابلہ میں تھی (۴۶)

امیر شہاب الدین غازی دراصل ایک مجہول شخصیت ہے۔ مگر قیامت یہ ہے کہ مصنف نے خود اس واقعہ میں موجود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ ایک ایسی بے سروپا بات ہے جس کی کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی۔ بجز اس کے کہ اس مقام پر عبارت میں ضرور تحریف ہوئی ہے (ص ۷۵)

عرب کے مشہور و معروف فیلسوف یعقوب بن اسحاق کندی جن کے آباؤ اجداد اور وہ خود عمدہ مشاہیر اسلام میں سے تھے اور خلفائے بنی امیہ و بنی عباس کے عہد دولت میں مناصب جلیلہ پر ممتاز رہے تھے اور جن کے دادا اشعث بن قیس رسول اللہ صلعم کے صحابی تھے۔ انہیں یہودی ٹھہرایا ہے اور ان کی اس فرضی یہودیت کی بنا پر ایک لمبی چوڑی حکایت گھڑ لی ہے۔ جو یکسر کذب و خرافات کا مجموعہ ہے (ص ۸۹)

فرقہ باطنیہ کے ہاتھوں خواجہ نظام الملک طوسی کا قتل بغداد میں بیان کیا ہے۔

حالانکہ باتفاق مورخین وہ نہاوند میں قتل کئے گئے تھے (ص ۹۷)
طبیب مشہور محمد ذکریا رازی کو منصور بن نوح سامانی کا ہمعصر بتلایا ہے حالانکہ وہ منصور کی اورنگ نشینی سے کم از کم بیس سال قبل وفات پا چکے تھے۔ پھر لطف یہ کہ اس پادر ہوا بنیاد پر ایک لمبی چوڑی فرضی حکایت بھی تیار کر دی (ص ۱۱۰)
شیخ بو علی سینا کو علاؤالدولہ بن کاکویہ کا وزیر بتلایا ہے۔ حالانکہ وہ شمس الدولہ بن فخر الدولہ دیلمی کے وزیر تھے۔ علاوہ بریں شیخ کی وزارت کو ہمدان کی بجائے رے میں فرض کیا ہے (ص ۱۱۸)

حالات مصنف

ابو الحسن نظام الدین یا نجم الدین احمد بن عمر بن علی سمرقندی معروف بہ نظامی عروضی چھٹی صدی ہجری کے ارباب فضل وکمال میں سے تھے تخلص کے ساتھ لفظ عروضی کس طرح ملحق ہو گیا؟ ارباب تذکرہ اس بارہ میں خاموش ہیں خود مصنف نے بھی اس مسئلہ پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ شاید انہوں نے فن عروض کی کوئی خاص خدمت انجام دی ہو یا انہیں اس فن سے مخصوص دلچسپی اور اسمیں بیحد انہماک و شغف رہا ہو۔ اس بنا پر وہ آج تک اس لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔
ان کے کلام سے چند قطعات نہ ہو کے سوا جو چنداں قابل اعتنا نہیں اب اور کچھ باقی نہیں رہا۔ لیکن نثر میں ان کا پایہ بہت بلند ہے اور انکا چہار مقالہ جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ انشائے فارسی کا بہترین نمونہ ہے۔ چہار مقالہ میں انہوں نے

ملک الجبال کے دربار کا جو واقعہ مقالۂ دوم کی آخری حکایت میں بیان کیا اُس سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ بدیہہ گوئی میں انہیں خاصی دستگاہ تھی چہار مقالہ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیوۂ شاعری اور صنعت دبیری کے علاوہ فن طب ونجوم میں بھی یدطولیٰ رکھتے تھے۔ چنانچہ مقالہ سوم وچہارم کی دو آخری حکایتیں اس دعویٰ کا بین ثبوت ہیں۔

ان کی تاریخ ولادت اور سنہ وفات کی بابت ہمیں کچھ علم نہیں۔ ان کے سوانح زندگی کے متعلق ہماری محدود وقلیل معلومات کے دو ماخذ ہیں۔ اول خود چہار مقالہ جس میں ضمنی و استطرادی طور پر مصنف کے کچھ نہ کچھ حالات ضبط تحریر میں آگئے ہیں۔ دوم مختلف تذکرے۔

چہار مقالہ میں مولانائے موصوف نے اپنے واقعات وحالات کے متعلق جو جو حوالے دیئے ہیں۔ ان سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ چھٹی صدی ہجری کا نصف اول انکی نمو وشہرت کا زمانہ ہے ان کی ولادت قطعی طور پر سنہ ۵۰۰ھ سے کچھ مدت قبل واقع ہوئی اور کم سے کم سنہ ۵۵۰ھ تک وہ ضرور زندہ تھے نیز یہ کہ وہ ملوک غور کے ملازمین ومخصوصین میں سے تھے اور چہار مقالہ کو اسی سلسلہ کے ایک شہزادہ ابوالحسن حسام الدین علی کے نام پر تالیف کیا ہے اس کتاب کی تالیف کے وقت اس خاندان سے تعلق ہوئے پینتالیس سال ہو چکے تھے (ص ۲) لیکن غوریوں سے ان کا تعلق اس قدر دیرینہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ یہ مدت وہ پینتالیس سال بیان کرتے ہیں حالانکہ سنہ ۵۱۲ھ تک ہم انہیں نیشاپور میں دیکھتے ہیں (ص ۸)

مقالہ دوم میں خود کو اُن چار شاعروں میں سے شمار کیا ہے جن کے رباعیات

ملوک غوریہ کے نام کو بقائے دوام حاصل ہے (ص ۵۴)

سنہ ۵۰۴ھ میں وہ اپنے زادبوم سمرقند میں موجود تھے۔ اور رودکی شاعر کے متعلق دہقان ابورجا سے بعض حالات نہیں معلوم ہوئے تھے۔ (ص ۶۰)

سنہ ۵۰۶ھ میں بلخ پہنچ کر وہ اپنے استاد عمر خیام سے ملتے ہیں اور اسی موقعہ پر عمر خیام نے ان سے یہ پیشنگوئی کی تھی کہ ہمیشہ میری قبر پر گل افشانی ہوتی رہے گی (۹۷-۹۸)

سنہ ۵۰۹ھ میں انہیں ہرات میں قیام پذیر دیکھتے ہیں (ص ۴۳)

سنہ ۵۱۰ھ میں ہرات سے روانہ ہو کر سلطان سنجر کے لشکر میں جاتے ہیں۔ جو دست طوس میں خیمہ زن تھا وہاں سے ملک الشعرا امیر معزی کی خدمت میں پہنچتے ہیں اپنے اشعار انہیں دکھلاتے ہیں اور بے روزگاری کی شکایت کرتے ہیں۔ امیر معزی انہیں تسلی دیتے ہیں اور اپنے حالات ان سے بیان کرتے ہیں (ص ۶۹-۷۰) اسی سفر میں طوس میں پہنچ کر فردوسی کی قبر کی زیارت کرتے ہیں (ص ۸۲) اور اسی سال ہم انہیں نیشاپور میں دیکھتے ہیں۔ (ص ۲۹)

سنہ ۵۱۲ھ میں بھی ہم انہیں نیشاپور میں موجود پاتے ہیں (ص ۱۰۸-۱۰۹)

سنہ ۵۱۴ھ میں امیر معزی نیشاپور ہی میں ان سے محمود اور فردوسی کے متعلق ایک حکایت بیان کرتے ہیں (۸۲) گویا اس چار پانچ سال کے دوران میں آپ کا قیام نیشاپور ہی میں رہا۔

سنہ ۵۳۰ھ میں نیشاپور پہنچتے ہیں اور عمر خیام کے مزار کی زیارت کرتے ہیں اور چوبیس سال پہلے عمر خیام نے ان سے اپنی قبر پر گل افشانی کے متعلق جو

پیشینگوئی کی تھی اُسے حرف بحرف صحیح پاتے ہیں (۹۸)
۵۴۷ھ جبکہ سلطان سنجر سلجوقی اور سلطان علاؤالدین غوری کے درمیان صحرائے اوبہ (حدود ہرات) میں جنگ ہوئی تھی تو آپ بھی غوریوں کے لشکر میں موجود تھے۔ اور غوریوں کی شکست کے بعد سلطان سنجر کے خوف سے مدت دراز تک ہرات میں چھپے رہے (ص ۱۲۶)

یہ ہیں وہ حالات جو خود چہار مقالہ سے مصنف کے متعلق ہمیں معلوم ہوتے ہیں ان واقعات کے علاوہ دیگر تذکروں سے مصنف کے حالات پر کوئی نئی روشنی نہیں پڑتی۔ کیونکہ سارے تذکرہ نویسوں نے اپنی عادت کے موافق ایک دوسرے سے نقل کیا ہے لہٰذا ان کے نوشتہ حالات کا یہاں درج کرنا محض بے سود ہے۔ تاہم اس خیال سے کہ مطالعہ کرنے والوں کو دوسرے تذکروں کی طرف رجوع نہ کرنا پڑے ہم چار تذکروں سے جو نسبتاً قدیم تر اور زیادہ معتبر ہیں مصنف کے حالات نقل کرتے ہیں۔

سب سے قدیم کتاب جس میں نظامی عروضی کے حالات ملتے ہیں وہ نورالدین محمد عوفی کی لباب الالباب ہے جو ۶۱۸ھ یعنی چہار مقالہ سے تقریباً ساٹھ سال بعد کی تصنیف ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ عوفی نے اس قرب عہد کے باوجود ہمارے مصنف کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ نہ لکھنے کے برابر ہے عبارت آرائی اور بے لطف قافیہ پیمائی کے سوا اور کچھ نہیں۔ عوفی کی اصل عبارت یہ ہے:-

الاجل نجم الدین نظامی عروضی سمرقندی۔ نظم نظامی عروضی کہ نقود و عروض طبع او نتیجہ کان را تعبیر کند سلک درے است کہ عقد ثریا

را تزییف و بکر جوز را تحقیر کند۔ اکثر شعر او مثنوی است و از متقدمان صنعت ہست از اشعار او آنچہ در خاطر بود بتحریر بر افتاد الخ"

اس کے بعد اُن کے اشعار لکھے ہیں جس سے مراد پانچ قطعے ہیں جو بیس شعروں پر مشتمل ہیں۔ مگر چونکہ وہ سب ہزل و ہجو پر متضمن ہونے کے علاوہ پست اور پھسپھسے بھی ہیں۔ اس لئے ہم نے یہاں نقل نہیں کئے۔

لباب الالباب میں ایک اور مقام پر رودکی کے حال میں ان دو شعروں کو نظامی عروضی کی طرف منسوب کیا ہے۔

اے آنکہ طعن کردی در شعر رودکی   این طعن کردن تو ز جہل است و کودکیست
کان کس کہ شعر داند داند کہ در جہاں   صاحب قران شاعری استاد رودکیست

انہیں دو شعروں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ نظم میں ان کا درجہ متوسط ہے۔
عوفی کے بعد حمد اللہ مستوفی تاریخ گزیدہ میں جو ۷۳۰ھ کی تصنیف ہے، ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

نظامی عروضی معاصر نظامی گنجہ بود و کتاب مجمع النوادر از مصنفات اوست۔ اشعار خوب دارد۔ گویند سلطان از و پرسید نظامی غیر از تو کیست گفت۔

در جہاں سہ نظامیم اے شاہ   کہ جہانے ز ما بہ افغانند"

اس کے بعد اس قطعہ کے باقی اشعار ہیں جو مقالہ دوم کی آخری حکایت میں مسطور ہیں۔
مگر حمد اللہ مستوفی کا یہ بیان کہ نظامی عروضی اور نظامی گنجوی ہم عصر ہیں،

کسی طرح صحیح نہیں۔ اس لئے چہار مقالہ کی جس حکایت سے مذکور الصدر واقعہ اور اشعار اخذ کئے گئے ہیں۔ خود اسی حکایت سے اس بیان کی تردید ہوئی ہے۔ چہار مقالہ کی عبارت یہ ہے۔

"ہمیدون آن پادشاہ را دیدم کہ متغیر گشت و در حال روئے سوئے من کرد و گفت جز تو چاکرے نظامی ہست گفتم بلے اے خداوندا دو نظامی دیگر اند۔ یکے سمرقندی است و او را نظامی منیری گویند و یکے نیشاپوری و او را نظامی اثیری گویند" (ص ۸۳-۸۴)

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں جن دو نظامیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ نظامی گنجوی کے علاوہ ہیں اس کے سوا نظامی گنجوی کا دور شاعری جس وقت شروع ہوتا ہے۔ نظامی عروضی کا زمانہ اس وقت ختم ہو جاتا ہے۔ نظامی گنجوی کا سنہ ولادت پانچسو پینتیس ۵۳۵ ہجری ہے اور ان کی پہلی تصنیف مخزن اسرار اپنی عمر کے چالیسویں سال کے قریب یعنی ۵۷۲ھ یا ۵۷۵ھ میں شائع ہوتی ہے۔ اور نظامی عروضی اگرچہ ہم ان کے سال وفات سے ناواقف ہیں۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ اس وقت تک زندہ نہ تھے۔

حمد اللہ مستوفی کے بعد دولت شاہ نے اپنے تذکرۃ الشعراء میں جو ۸۹۲ھ کی تصنیف ہے ان کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے:۔

"ذکر مقبول الملوک نظامی عروضی سمرقندی۔ مرد صاحب فضل بودہ و طبعے لطیف داشتہ۔ الحمد شاگرد امیر معزی است و در علم شعر ماہر بودہ و داستان ویس و رامین را بنظم آوردہ۔ و گویند کہ آن

داستان را شیخ بزرگوار نظامی گنجوی نظم کردہ قبل از خمسہ و کتاب چہار مقالہ
از تصانیف نظامی عروضی است و آں نسخہ ایست بغایت مفید
در آداب معاشرت و حکمت عملی و داشتن آئین خدمت ملوک
وغیرہ ذالک۔ و ایں بیت از داستان ویس و رامین کہ
از نظم نظامی عروضی است آوردہ میشود تا وزن ابیات آں
نسخہ معلوم گردد۔

"آں خواستہ آرش را کماں گیر کہ از عامل مرو دانہ خست او تیر"

لیکن ارباب تذکرہ اور مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ نظم ویس رامین فخر الدین
اسعد گرگانی کی تصنیف ہے نظامی عروضی یا نظامی گنجوی کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔
دولت شاہ کے بعد امین احمد رازی تذکرہ ہفت اقلیم میں جو سنہ ۱۰۰۲ھ کی
تالیف ہے۔ اور جس میں شہروں کے ناموں کی ترتیب مدِ نظر رکھی گئی ہے
سمرقند کے ذیل میں لکھتا ہے۔

نظام الدین احمد بن علی العروضی از نیکو طبعان زمان خود بودہ در آں
عصر نظمش تحسین کاں را التعبیر دادے و نثرش عقد ثریا را تحقیر نمودے و او در
مثنوی از متقدمان صنعت است و چند تالیف در آں پرداختہ مجمع
النوادر و چہار مقالہ در شعر از مصنفات او ست۔ نور الدین محمد عوفی
در تذکرہ خود وے را از سلک شعرائے سلطان طغرل بن ارسلان سلجوقی

لہ درصل چہار مقالہ کا اصلی نام مجمع النوادر ہے چہار مقالہ اور مجمع النوادر کو علیحدہ علیحدہ کتابیں
تصور کرنا جیسا کہ صاحب تذکرہ ہفت اقلیم کا خیال ہے۔ ہرگز درست نہیں ۱۲

ہیں۔ جن کا غلط نامہ میں حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ اس اڈیشن میں درست کر دی گئی ہیں۔ اور بفضلہ اب یہ نسخہ بہمہ وجوہ مکمل ہے۔ امید کہ فارسی کے شائقین عموماً اور متعلمین خصوصاً اس سے حسب دلخواہ بہرہ اندوز ہونگے انشاءاللہ۔

خاکنشین عندلیب شادانی

(ریاست رامپور)

دوشنبہ ۱۸ اگست ۱۹۲۴ء

هو الجلیل

دیباچه

حمد و شکر و سپاس مر آن پادشاهی را که عالم عود و معاد را بتوسط ملائکهٔ کروبی
و روحانی در وجود آورد، و عالم کون و فساد را بتوسط آن عالم هست گردانید و بیاراست
بامر و نهی انبیاء و اولیاء نگاه داشت بشمشیر و قلم ملوک و وزراء، و درود بر سید کونین که اکمل
انبیاء بود، و آفرین بر اهل بیت و اصحاب او که افضل اولیاء بودند. و ثنا بر پادشاه وقت
ملک عالم عادل، مؤید مظفر منصور، حسام الدولة و الدین، نصرة الاسلام و المسلمین
قامع الکفرة و المشرکین، قاهر الزنادقة و المتمردین، عمدة الجیوش فی العالمین، افتخار الملوک
و السلاطین، ظهیر الایام، مجیر الانام، عضد الخلافة، جمال الملة، جلال الامة، نظام العرب
و العجم، اصیل العالم، شمس المعالی، ملک الامراء ابو الحسن علی بن مسعود، نصیر
امیر المؤمنین، که زندگانیش بکام او باد، و بیشتر ز عالم بنام او باد، و نظام فرزندان
آدم باهتمام او باد، که امروز افضل پادشاهان وقت است باصل و نسب
و رای و تدبیر و عدل و انصاف و شجاعت و سخاوت و پیراستن ممالک
و آراستن ولایت و پروردن دوستان و قهر کردن دشمنان و برداشتن لشکر
و نگاه داشتن رعیت، و امن داشتن راهها، و آرام داشتن ممالک
برای راست و خرد درست و عزم قوی و تدبیر درست، که سلطنت آل شنسب
بجمال او منتظم است، و بازوی دولت این خاندان بکمال او
مؤید و مستحکم است، که باری تعالی او را با ملوک آن خاندان از ملک و ملک

و در صمیم سحرگاهی بدرگاه الهی کنند بلاشک بی جواز و بی حجاب کارگر کار کند
و برآورده چون خداوند و خداوندزاده شمس الدولة والدین ضیاء الاسلام
والمسلمین عزّ نصره که در خدمت این خداوند ادام الله علوه بغایت و
نهایت رسید والحمد لله که این خداوندزاده کمالات و فضایلات پنج
یافتی گذارد بلکه جهان روشن بر وی که آنکه باید و عمر شیرین بجمال او
بگذارد و نعمت‌های بیکران آنکه منعم بیکران و کریم بی زوال ارزانی
داشته است چون خداوند عالم سلطان مشرق علاء الدنیا والدین ابوعلی الحسین
بن الحسین اختیار امیرالمؤمنین ادام الله عمره و خلد ملکه پادشاه بیدار هرچه
آئین توسن صفت کوشش کند تا بشکر آلت عالم را بیاراید و بر ملوک عصرها
در کشد شتابند ایزد تبارک و تعالی جمله را بر یکدیگر اتفاق دهاد و از
یکدیگر برخورداری دهاد و عالم را از آثار ایشان پر انوار کناد و
بمنّه و جوده و کرمه

آغاز کتاب

بندهٔ مخلص و خادم مختص احمد بن عمر بن علی النظامی العروضی السمرقندی که
چهل و پنج سال است تا بخدمت این خاندان موسوم است و در قسم بندگی این
دولت مرقوم خواست که مجلس اعلی پادشاهی اعلاه الله را خدمتی سازد
بر قانون حکمت آراسته بحجج قاطعه و براهین ساطعه و اندر وی بنماید که پادشاهی

خود عظمت پادشاه کیست و این تشریف از کجا است و این تلطیف مر کراست و این سپاس بہ چہ وجہ باید داشتن و این منت از چہ روئے قبول باید کردن تا ثانی سید ولد آدم و ثالث آفریدگار عالم بود، چنانکہ در کتاب محکم و کلام قدیم لآلی این سہ اسم متعالی در یک سلک نظم وار داست و در یک سمط لجلوہ کردہ قولہ عز و جل اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کہ در مدارج موجودات و معارج معقولات بعد از نبوت کہ غایت مرتبہ انسان است ہیچ مرتبہ ورائے پادشاہی نیست و آں جز عطیت الٰہی نیست۔ ایزد عز و علا پادشاہ وقت را ایں منزلت کرامت کردہ ہست و ایں مرتبہ واجب داشتہ تا بسنن ملوک ماضیہ ہمے رود و رعایا ایں قرار قرون خالیہ ہمیدارد۔

فصل

رائے عالی "اعلاہ اللّٰہ" بفرماید دانستن کہ موجودات کہ ہستند از دو بیروں نیست یا موجودے ہست کہ وجود او بخود است، یا موجودے کہ وجود او بغیر است آں موجود راکہ وجود او بخود ہست واجب الوجود خوانند، و آں باری تعالیٰ و تقدس ہست کہ بخود موجود است، پس ہمیشہ بودہ است زیرا کہ منتظر غیرے نبود و ہمیشہ باشد کہ قائم بخود است بغیرے نے۔ و آں موجود راکہ وجود او بغیر ہست ممکن الوجود خوانند۔ و ممکن الوجود چناں بود کہ باہم کہ وجود ما از منی است و وجود منی از خون است و وجود خون از غذا و وجود غذا از آب و زمین تا بہ است و وجود ایشاں از چیزے دیگر و ایں ہمہ آنند کہ دمی نبود و بعد فرد انخواہند بود، و چوں با ستقصاء

تامل کرده آید این سلسلهٔ اسباب بکشد تا سببے که او را وجود از غیرے نبود
و وجود او بذات خود واجب است، پس آفریدگار این همه اوست و همه از و
در وجود آمده و بدو قائم اند۔ و چون درین مقام اندک تفکر کرده آید خود
روشن شود که کلی موجودات هستی اند بے نیستی چاشنی داده، او هستی ست بدوام
ازل و ابد آراسته و چون اصل مخلوقات نیستی است روا بود که باز نیست شوند
و نیز بنیانِ زمرهٔ انسانی گفته اند که کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِهٖ هر چیزے با اصل
خویش باز شود، خاصه در عالم کون و فساد پس ما که ممکن الوجودیم اصل ما نیستی
است و او که واجب الوجود است عین او هستی است و هم او محل ثناؤه
و رفع سناؤه در کلام مجید [illegible] نیز همین سے فرمایا کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
اما باید دانست که این عالم را که در خلال فلک قمر است و در دائره
این کرهٔ اول او را عالم کون و فساد خوانند و چنان تصور باید کرد که در مقعر
فلک قمر آتش است و فلک قمر گرد او در آمده و در درونِ کرهٔ آتش هوا است،
آتش گرد او در آمده، و در درون هوا آب است، هوا گرد او در آمده، و در درون
آب خاک است، آب گرد او در آمده، و در میان خاک نقطهٔ است موهوم که هر خطے
که از و به فلک قمر رود همه با یکدیگر برابر باشند [illegible] گوییم آن نقطه را خواهیم
یا آنچه بدو نزدیک تر است و هر جا که گوییم بر فلک قمر را خواهیم یا آنچه
بدو نزدیک تر است۔ و آن فلک [illegible] البروج، و از آن سوئے او هیچ
نیست و عالم جسمانی بدو متناهی شود و بدو سپری گردد، اما الله تبارک تعالیٰ
بحکمت بالغه چون خواست که درین عالم معادن و نباتات و حیوان پدید آرد و ستارگان را

فصل

اما چون این عالم کمال یافت و اثر آباء عالم علوی در امهات سفلی تاثیر کرد
دولت نوبت بفرجه هوا و آتش رسید فرزند لطیف تر آمد و ظهور عالم حیوان بود
و آن قوتها که نبات داشت با خود آورد و دو قوت او را افزود یکی قوت
اندریافت که او را مدرکه خوانند که حیوان چیزها را بدو اندریابد و دوم قوت
جنبانندہ که بتائید او حیوان بجنبد و بدانچه ملائم اوست میل کند و از آنچه منافر
اوست بگریزد و او را قوت محرکه خوانند - اما قوت مدرکه منشعب شود به ده شاخ
پنج را از و حواس ظاهر خوانند و پنج را از حواس باطن - حواس ظاهر چون لمس و
ذوق و بصر و سمع و شم - اما قوت لمس قوتی است که پراگنده در پوست و گوشت
حیوان تا هر چیزی که مماس او شود اعصاب ادراک کنند و اندریابد چون خشکی و تری
و گرمی و سردی و سختی و نرمی و درشتی و نغزی - اما ذوق قوتی است
ترتیب کرده در آن عصب که گسترده است بر روی زبان طعمهای
متحلل را از اجرام که مماس شوند با او و ادراک کند میان شیرین و تلخ و تیز
و ترش و امثال آن - اما سمع قوتی است ترتیب کرده در عصب متفرق کانه در سطح
صماخ است دریابد آن صوتی را که منادی شود بدو از تموج هوائی که افسرده
باشد میان متقارعین یعنی دو جسم بر هم کوفته که از هم کوفتن ایشان را موج زند
و تا رسیدن آواز شود تا دیگر کنار هوائی را که ایستاده است اندر تجویف
صماخ مماس او شود بدان عصب پیوندد و بشنود - اما بصر قوتی است

ترتیب کرده در عصبهٔ مجوّفه که دریابد آن صورتی را که منطبع شود در رطوبت
جلیدی از اشباح و اجسام ملوّن بمیانجی جسمی شفاف که ایستاده بود از او تا سطوح
اجسام صقلیه. امّا ششم قوّتی است ترتیب کرده در آن زیادتی که از مقدم دماغ
بیرون آمده است مانند سر پستان زنان که دریابد آنچه تأدیه کنند
بدو هوائی متنشق از بوی آمیخته باشد با بخاری که با وی هم آورده باشد منطبع
شده باشد در وی از استحالت از جرم بوی دار.

فصل

امّا حواس باطن بعضی آنند که صور محسوسات را دریابند و بعضی آنند که
معانی محسوسات را دریابند. اوّل حس مشترک است و او قوّتی است ترتیب
کرده در تجویف اوّل از دماغ که قابل است بذات خویش همه صورتها را که
حواس ظاهر قبول کرده باشند و در ایشان منطبع شده که بدو تأدیه کنند و محسوسها
آنگاه محسوس شود که او قبول کند. دوم خیال است و او قوّتی است ترتیب
کرده در آخر تجویف مقدم دماغ که آنچه حس مشترک از حواس ظاهر قبول کرده
باشد او نگاه دارد و بماند در وی بعد غیبت محسوسات. سوم قوّت متخیله است
و چون او را با نفس حیوانی یاد کنند متخیله گویند و چون با نفس انسانی یاد کنند مفکره
خوانند و او قوّتی است ترتیب کرده در تجویف اوسط از دماغ و کار او آن
است که آن جزئیات را که در خیال است با یکدیگر ترکیب کند و از یک
دیگر جدا کند باختیار اندیشه. چهارم قوّت وهم است و او قوّتی است

ترتیب کرده در نهایت تجویف اوسط و باقی مقدم او و آن است که دریابد
معانی نامحسوس را که موجود باشد در محسوسات جزئی چون آن قوتی که
بدان گوسفند فرق کند میان مادر خویش و گرگ و کودک فرق کند میان پستان مادر و
پنجم قوت حافظه است و ذاکره نیز خوانند و او قوتی است ترتیب کرده
در تجویف آخر دماغ تا آنچه قوت وهم دریابد از معانی نامحسوس آن را
نگاه دارد و نسبت او با قوت وهم همان نسبت است که نسبت قوت
خیال است با حس مشترک اما آن صورت را نگاه دارد و این معانی را
اما این همه خادمان نفس حیوانی اند و او جوهری است که منبع او دل است
و چون در دل عمل کند او را نفس حیوانی خوانند و چون در جگر عمل کند او را
روح طبیعی خوانند و او بخاری لطیف است که از خون خیزد و در تمامی
شرائین سریان کند و در شخص تا آنگاه باقی بود و هر جا که این
دو قوت با ادراک و تحرک دارد آن را که از ایشان شعبه شده است
او را حیوان کامل خوانند و هر چه کم دارد ناقص بود چنانکه مور که چشم
ندارد و ماهی که گوش ندارد و او را ما که خوانند با هیچ ناقص تر از
خراطین نیست و او کرمی است سرخ که اندر گل جسته بود و او را گل
خواره خوانند و در اطبا کرم خوانند اول حیوان او است و آخر
نسناس و او حیوانی است که در بیابان ترکستان باشد منتصب القامه
الفی القد عریض الاظفار و آدمی را عظیم دوست دارد و هر کجا آدمی را بیند
بر سر راه آید و در ایشان نظاره می کند و چون یگانه ای آدمی بیند ببرد

وگستردگی ساخت و از عالم حیوان مرکب و جمال کرد و از هر سه عالم دار و ما
برگزید و خود را بدان معالجت کرد این همه تفوق او را بچه رسید بدانکه
معقولات را بشناخت و بتوسط معقولات خدائے را بشناخت و
خدائے را بچه شناخت بدانکه خود را بشناخت مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ
فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ پس این عالم هر سه قسم آمد یک قسم آن است که
نزدیک است بعالم حیوان چون بیابانیان و کوهیان که خود همت ایشان
بیش از آن نه رسد که تدبیر معاش کنند بجذب منفعت و دفع مضرت
باز یک قسم اهل بلاد و ساکن اند که ایشان را تمدن و تعاون و استنباط
حرف و صناعات بود و علوم ایشان مقصور بود بر نظام این شرکتے که هست
میان ایشان تا انواع باقی ماند باز یک قسم آنند که ازیں همه فراغتے دارند
لیلاً و نهاراً سراً و جهاراً کار ایشان آن باشد که ما کیستیم و از چه در وجود آمده
ایم و پدید آرنده ما کیست یعنی که از حقائق اشیا بحث کنند و در آمدن
خویش تامل و از رفتن تفکر که چگونه آمدیم و کجا خواهیم رفتن و باز این قسم
دو نوع اند یکے نوع آنند که باستاد و تلقف و تکلف و خواندن و نبشتن
بجهدہائے این فکرت برسند و این نوع را حکما خوانند و باز نوعے آنند که بے استاد
و نبشتن بجهدہائے این فکرت برسند و این نوع را انبیا خوانند و خاصیت
نبی سه چیز است یکے آنکه علوم داند نا آموخته و دوم آنکه از خود نی و فردا خبر دهد
نه از طریق مثال و قیاس و سوم آنکه نفس او را چندان قوت بود که از هر جسم که خواهد
صورت ببرد و صورتے دیگر آرد این چنین تواند الا آنکه او را با عالم ملائکه مشابهت

بود پس در عالم انسان هیچ والیے او نبود و فرمان او بمصالح عالم نافذ بود که
هرچه ایشان دارند او دارد و زیادتے دارد که ایشان ندارند یعنی پیوستن
بعالم ملائکه و آن زیادتے را بجمل نبوت خوانند و بتفصیل چنانکه شرح
کردیم و تا این انسان زنده بود مصالح دو عالم باقامت همی نماید بفرمان
باری عز اسمه و بواسطه ملائکه و چون به انحلال طبیعت رفتے بدان عالم
آرد و از اشارات باری عز اسمه و از عبارات خویش و سنتے بگذارد
قائم مقام خویش دوسے را نائبے باید برآئینه تا شرح و سنت
او برپا دارد و این کس باید که اتصال آن جمع و اکمل آن وقت بود تا این
شریعت را احیا کند و این سنت را امضا نماید و او را امام خوانند و این
امام با آفاق مشرق و مغرب و شمال و جنوب نتواند رسید تا اثر حفظ او
بقاصی و دانی رسد و امر و نهی او بغافل و جاهل لابد او را نائبان باید که
باطراف عالم این نوبت همے دارند و از ایشان هر یکے را این قوت نباشد
که این جمله بضعف تقریر کند لابد سائسے باید و قاهرے لازم آید آن سائس و
قاهر را ملک خوانند یعنی پادشاه و این نیابت را پادشاهی پس پادشاه نائب
امام است و امام نائب پیغامبر و پیغامبر نائب خدائے عز و جل و
خوش گفته درین معنی فردوسی

چنان دان که شاهی و پیغمبری — دو گوهر بود در یکی انگشتری

و خود سید اولاد آدم فرماید الدین والملک توأمان - دین و ملک
دو برادر همزادند که در شکل و معنی از یکدیگر هیچ زیادت و نقصان ندارند

پس بحکم این قضیت بعد از پیغامبری هیچ حملی گران‌تر از پادشاهی و هیچ
عملی قوی‌تر از ملک نیست پس ویکان او کسانی باید که حل و عقد
عالم و صلاح و فساد بندگان خدای بمشورت و رای و تدبیر ایشان
باز بسته بود باید که هر یکی از ایشان افضل و اکمل وقت باشد و دبیر و شاعر
و منجم و طبیب از خواص پادشاه اند و از ایشان چاره نیست قوام ملک به
دبیر است و بقای اسم جاودانی بشاعر و نظام امور بمنجم و صحت بدن به
طبیب و این چهار عمل شاق و علم شریف از فروع علم حکمت است دبیری و
شاعری از فروع علم منطق است و نجوم از فروع علم ریاضی و طبی از فروع
علم طبیعی پس این کتاب مشتمل است بر چهار مقالت

اول – در ماهیت علم دبیری و کیفیت دبیر کامل۔

دوم – در ماهیت علم شعر و صلاحیت شاعر۔

سیم – در ماهیت علم نجوم و غزارت منجم در آن علم۔

چهارم – در ماهیت علم طب و هدایت طبیب و کیفیت او۔

پس در هر مقالتی از علمیت آنچه درین کتاب لائق بود آورده شد و
پیدا از ده حکایت طرفه از نوادر آن باب و از بدایع آن مقالت که آن
طبقه را افتاده باشد آورده آمد تا پادشاه را روشن شود و معلوم گردد که دبیری
نه خرد کاری است و شاعری نه اندک شغلی و نجوم علمی ضروری است
و طب صنعتی که بر پادشاه خردمند را چاره نیست از این چهار شخص
دبیر و شاعر و منجم و طبیب۔

مقالۂ اوّل

در ماہیّت دبیری وکیفیّت دبیر کامل وآنچه تعلّق بدیں دارد

دبیری صناعتے است مشتمل بر قیاسات خطابی و بلاغی منتفع در مخاطباتے کہ درمیان مردم است بر سبیل محاورت ومشاورت ومخاصمت در مدح و ذم وحیلہ و استعطاف و اغراء و بزرگ گردانیدن اعمال و خرد گردانیدن اشغال و ساختن وجوہ عذر و عتاب و احکام وثائق و اذکار سوابق وظاہر گردانیدن ترتیب و نظام سخن در ہر واقعہ تا بروجہ اولےٰ واحریٰ ادا کردہ آید۔ پس دبیر باید کہ کریم الاصل، شریف العرض، دقیق النظر، عمیق الفکر، ثاقب الرائے باشد۔ و از ادب و ثمرات آں قسم اکبر و حظ اوفر نصیب اُو رسیدہ باشد و از قیاسات منطقی بعید و بیگانہ نباشد و مراتب ابناء زمانہ شناسد و مقادیر اہل روزگار داند و بہ حطام دنیاوی و مزخرفات آں مشغول نباشد و بتحسین و تقبیح اصحاب اغراض و ارباب اغماض التفات نکند و غرّہ نشود و عرض مخدوم را در مقامات ترسل از مواضع نازل و مراسم خامل محفوظ دارد۔ و در اثناء کتاب و سیاق ترسل بر ارباب حرمت و اصحاب حشمت نہ ستیزد۔ و اگرچہ میان مخدوم و مخاطب

بودند و امیر نوح از بخارا برادستان بنوشت تا سبکتگین با لشکر بیاید و بجوریان
از نشاپور بیاید و با الپتگین مقاتله کنند و آن حرب سخت معروف است
و آن واقعه صعب مشهور پس از آنکه آن لشکرها بهرات رسیدند
امیر نوح بن علی بن محتاج الکشانی را که حاجب الباب بود الپتگین فرستا
با نامه چون آب و آتش مضمون او همه وعید و مقرون او همه تهدید
صلح را مجال ناگذاشته و آشتی را سبیل رها ناکرده چنانچه در
چنین واقعه و در چنین داهیه خداوند شمشیر قاضی به بندگان عاصی نویسند
همه نامه پر از آنکه بیایم و بگیرم و بکشم چون حاجب ابوالحسن علی بن محتاج
الکشانی نامه عرضه کرد و پیغام بگفت و هیچ بار نگرفت الپتگین آزرده بود
آزرده تر شد بر آشفت و گفت من بنده پدر او بودم - اما در آن وقت که
خواجه من از دار فنا بدار بقا تحویل کرد او را بمن سپرد نه مرا باو - و اگرچه
انست که ظاهر مرا در فرمان او همی باید بود - اما چون این قضیت را تحقیق
نتیجه برخلاف این آید که من در مراحل شیبم و او در منازل شباب آنها
که او را برین بعث همی کنند ناقض این دولت اند نه ناصح و هادم این
خاندان اند نه خادم - و از غایت زعارت با سکافی اشارت کرد که چون نامه
جواب کنی از استخفاف هیچ باز نگیر و بر پشت نامه خواهم که جواب کنی پس
اسکافی بر بدیهه جواب کرد و اول بنوشت بسم الله الرحمن الرحیم
یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا فأتنا بما تعدنا فإن كنت
من الصادقین - چون نامه با میر خراسان نوح بن منصور رسید

آں بخواند تعجبہا کرد و خواجگانِ دولت حیران فرو ماندند و پیران انگشت
بدندان گرفتند۔ چوں کار الپتگین یکسو شد اسکافی متواری گشت و ترسان
و ہراساں ہمی بود۔ تا یک نوبت کہ نوح کس فرستاد و او را طلب کرد و دبیری
بدو داد۔ کار او بالا گرفت و در میانِ اہلِ قلم منظور و مشہور گشت۔ اگر قرآں
نیکو یاد داشتے دراں واقعہ بدیں آیت نرسیدے و کار او از آں درجہ بدیں
غایت نکشیدے۔

حکایت

چوں اسکافی را کار بالا گرفت و در خدمت امیر نوح بن منصور متمکن گشت
و ماکان کاکوی بہ رے و کوہستان عصیان آغاز کرد و سر از ربقہ اطاعت
بکشید و عمال بخارا و ہمہ فرستاد و چند شہر از کوشش بدست فرو گرفت
و نیز از سامانیاں یاد نکرد۔ نوح بن منصور بترسید از آنکہ او مردے
سہمگین و کافی بود و جبار۔ کہ حال او مشہور گشتہ بود تاش سپہ سالار را
با ہفت ہزار سوار بحرب او نامزد کرد کہ برود و آں فتنہ را فرو نشاند و آں
شغل گراں از پیش برگیرد۔ بداں وجہ کہ مصلحت بیند کہ تاش عظیم خردمند بود
و روشن رائے و در مضایق چست و آہستہ و چابک بیروں رفتے و پیر تجربت
بودے و از کارہا ہیچ ہیرا او بازنگشتہ بود و از حربہا ہیچ شکستہ نیامدہ بود و تا او
زندہ بود ملک بنی ساماں رونقے تمام و کار ایشاں طراوتے قوی داشت پس دریں
واقعہ امیر عظیم مشغول دل بود و پریشان خاطر کس فرستاد و اسکافی را بخواند۔

و باقی حرف مکرر نکند و ماکان کشته گشت تاش بعد از آن که از گرفتن و
بستن و کشتن فارغ شد روے با سکاکی کرد و گفت کبوتر بیار بر فرستاد
بر مقدمه تا از پے او مصری فرستاده شود با جمله وقائع را بیک نکته
باز باید آورد چنانکه همگی احوال را دلیل بود و کبوتر بتوان کشید و مقصود
بیان آید [illegible] اسکافی در دو [illegible] کاغذے بگرفت و بنوشت اما ماکان
فقد [illegible] اذین ما ماسے نفی خواست و از کان فصل باشی
تا پارسی خیال بود که ماکان چون نام خویش شنید یعنی نیست شد۔ چون این
کبوتر به امیر نوح بن منصور رسید از فتح چندان تعجب نه کرد که
ازین لفظ و معنی [illegible] بترفیه اسکافی [illegible] نه فرمود و گفت چنین کس فارغ
دل باید تا بچنین نکتها پی برد۔

حکایت

بر صناعت که تعلق بفکر دارد صاحب صناعت باید که فارغ دل و
مرفه باشد که اگر بخلاف این بود سهام فکر او متلاشی شود و بر هدف
صواب جمع نیاید زیرا که جز بجمعیت خاطر چنان کلمات باز نتوان خورد
آورده اند که یکے از دبیران خلفاء بنی عباس رضی الله عنهم بوالی مصر نامه
مے نوشت و خاطر جمع کرده بود و در بحر فکرت غرق شده و سخن مے پرورد
چون در ثمین و ماء معین ناگاه کنیزک درآمد و گفت۔ آرد نماند دبیر چنان
شوریده طبع و پریشان خاطر گشت که آن سیاق سخن از دست بداد و بدان

صفت منفعل شد که در نامه بنوشت که آرد نماند. چنانکه آن نامه را تمام
کرد و پیش خلیفه فرستاد. و از این کلمه که نوشته بود هیچ خبر نداشت
چون نامه بخلیفه رسید و مطالعه کرد. چون بدان کلمه رسید حیران فرو ماند
و خاطرش آن را بهیچ حمل نتوانست کرد که سخت بیگانه بود. کس فرستاد
و دبیر را بخواند و آن حال از وی باز پرسید. و دبیر خجل گشت و براستی آن
واقعه را در میان نهاد. خلیفه عظیم عجب داشت و گفت اوّل این نامه را
بر آخر چندان فضیلت و رجحان است که قُل هُوَ اللهُ اَحَد را
بر تَبَّت یَدَا اَبِی لَهَب و دریغ باشد خاطر چون شما بلغاء را پست
غوغای احتیاج بار دادن و اسباب ترفیه او چنان فرمود که امثال
آن کلمه دیگر هرگز بگوش او فرو نشد. لاجرم آنچنان گشت که معانی
دو کون در دو لفظ جمع کرد.

حکایت

صاحب کافی اسماعیل بن عباد الرازی وزیر شهنشاه بود. در فضل کمالی
داشت. در ترسّل و شعر او بدین دعوی و شاهد عدل اند و دو حاکم راست
و نیز صاحب مردی عدلی مذهب بود. و عدلی مذهبان بغایت
متنسک و متقی باشند و روا دارند که مومنی بخصمی یک حبه و دانه در دوزخ
بماند. و خدم و حشم و اعمال او بیشتر آن مذهب داشتندی که او داشتی
و قاضی بود بقم از دست صاحب که صاحب را از نسک و تقوی او

اعتقادے بود راسخ و پاک برخلاف این از دے خبر میداد و صاحبا استوار نمے آمد تا از ثقات اہل قم دو مقبول القول گفتند کہ زبان خصومت کہ میان فلان و بہمان بود قاضی پانصد دینار رشوت بستد صاحب را عظیم مستنکر آمد بدو وجہ یکے از کثرت رشوت و دوم از دلیری و بے دیانتی قاضی حالی قلم برگرفت و بنوشت بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَیُّہَا الْقَاضِیْ بِقُمْ قَدْ عَزَلْنَاکَ فَقُمْ و فضلا دانند و بلغا شناسند کہ این کلمات در باب ایجاز و فصاحت چہ مرتبہ دارد لاجرم از آن روز باز این کلمہ را بلغا و فصحا بر دیوارہا مے نویسند و بر جابہا ہمے نگارند۔

حکایت

لمغان شہریست از دیار سند از اعمال غزنین و امروز میان ایشان و کفار کوہیست بلند پیوستہ خائف باشند تا ختن و شبیخون کفار اما لمغانیان مردان بشکوہ باشند و جلد و کسوب و با جلدی زعرنی عظیم تا بغایتے کہ باک ندارند کہ بر عامل بیک من کاہ و یک بیضہ رفع کنند و ہم ازین نیز دادرند کہ تا بہ غزنین آیند و یک ماہ و دو ماہ مقام کنند در بے حصول مقصود باز نگردند فی الجملہ در لجاج دستے دارند و انبرا ہم رشتہ مگر در عہد یمین الدولہ سلطان محمود انار اللہ برہانہ یکے شب کفار بر ایشان شبیخون کردند و بانواع خرابی حاصل آمد

که ملتانیان به باطل اند۔ خواجه بزرگ قصه برپشت گردانید و بنوشت
الخراج خراج اداءه داءه۔ گفت خراج پیش هزار جهت است
گزاردن او و اداے او ست و از روزگار آن بزرگ این معنی منتقل شد
و در بسیار جای بکار آمد۔ خاک بر آن بزرگ خوش باد۔

حکایت

در عهد دولت آل عباس رضی الله عنهم خواجگان بزرگ خاسته
و حال برامکه خود معروف و مشهور که صلات و بخشش ایشان بر چه درجه
و مرتبه بوده است۔ اما حسن سهل ذوالریاستین و فضل برادرش که از
آسمان در گذشته تا بدرجه که مامون دختر فضل را خطبت کرده
بخواست و آن دختری بود که در جمال بر کمال بود و فضل بے مثال
قرار بر آن بود که مامون بخانه عروس رود و یک ماه آنجا قیام کند
و بعد از یک ماه بخانه خویش باز آید با عروس۔ این روز که رفتنی
بود چنانکه رسم است خواست که جامه سپید پوشد و مامون پیوسته سیاه
پوشیدی و مردان چنان گمان بردند که بدان سبب پوشد که شعار عباسیان
سیاه است تا یک روز یحیی اکثم سوال کرد که از چیست که امیرالمومنین
بر جامه سیاه اقبال بیش میفرماید۔ مامون یا قاضی امام گفت که
سیاه جامه مردان و زندگان است که هیچ کسے را با جامه سیاه
عروس نکنند و هیچ مرده را با جامه سیاه بگور نکنند۔ یحیی را این جواب ها

تعجب کرد۔ پس مامون آں روز جامہ خانہا عرض کردن خواست
واز آں ہزار قبائے اطلس معدنی و ملکی و طمیم؟ و نسیج و ممزّج و مقراضی
واکسون ہیچ نہ پسندید و ہم سیاہے در پوشید و برنشست و روئے بخانہ
عروس نہاد و آں روز قصر بطراز خویش بیاراستہ بود بہ سیلے کہ
بزرگاں حیراں بماندند۔ چنداں نفائس جمع کردہ بود کہ انفاس از شرح
وصف آں قاصر بودند۔ مامون چوں بایں سرائے رسید و پردہ دید آویختہ
خرم تر از بہار چین و نفیس تر از شعار دین نقش او در دل ہمے آویخت
و رنگ او بجاں ہمے آمیخت۔ روئے بزبیدا کرد و گفت از آں
ہزار قبا ہرگز ام کہ اختیار کردمے اینجا رسوا گشتے الحمد للہ شکر آنکہ
بریں سیاہ اختصار افتاد و از جملۂ تکلف کہ قصر آں روز کردہ بود یکے
آں بود کہ چوں مامون بسیاہ سرائے رسید طبقے پر کردہ بود از موم
بہ ہیئت مروارید گرد ہر یکے چوں فندق و ہر یکے پارہ کاغذ نام
دیہے بر نوشتہ در پائے مامون ریختند و از ہر دیہ مامون ہر کہ از آں
موم بیافت قبالہ آں دیہ بدو فرستاد۔ و چوں مامون بہ بیت العروس
بیامد خانہ دید مجصص و منقش ایوان چینی زدہ خرم تر از مشرق در وقت
دمیدن صبح و خوشتر از بوستان بگاہ رسیدن گل و خانہ داری حصیر
از شوشۂ زر کشیدہ افگندہ و بدر و لعل و پیروزہ ترصیع کردہ و ہم
براں مثال ششش بالشے نہادہ و نگارے در صدر او نشستہ از عمر و زندگانی
شیریں تر و از صحت و جوانی خوشتر قامتے کہ سرو رعنا تفرید و بندہ نوشتے

باعارضے کہ شمس انوار او را خاک و نار خواندے آہوے او را تنک مشک و عنبر
بود چشم او صد چرغ و عنبر ہمچو سرمے بر پائے خاست و بخرامید و پیش مامون
بازآمد و خدمتے نیکو بکرد و عذرے گرد بخواست و دست مامون بگرفت
و ببوسید و در صدر بنشاند و پیش او بخدمت بایستاد - مامون او را نشستن
فرمود بدو زانو در آمد و سر در پیش آورد و چشم بر بساط افگند - مامون و
انگشت دل در باختہ بود چنان کہ سر دل نہاد و دست دراز کرد و از خلال
قبا بشرده دانہ مروارید بر کشید ہر یکے چنان بیضۂ عصفوری از کواکب آسمان
روشن تر و از دندان خوبان دہان آبدار تر و از کیوان و مشتری مدور تر
بالکہ منور تر نثار کرد و بر تشتے آن بساط بحرکت آمدند و از استوای بساط
و تا دیر در حرکات متواتر گشتند و سکون را مجال نماند - دختر بدان
جواہر التفات نکرد و سر از پیش بر نیاورد و مامون مشغوف تر گشت و دست
بیازید و در انبساط باز کرد تا مگر معانقہ کند عارضۂ شرم استیلا گرفت
و آن نازنین چنان منفعل شد کہ حالتے کہ بر زنان مخصوص است واقع شد
و اثر شرم و خجالت بر صفحات وجنات او ظاہر گشت بر فور گفت یا
اَمِیرُ الْمُوْمِنِیْن اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ مامون دست باز کشید
و خواست کہ او را غشی افتد از غایت فصاحت این آیت و لطف بکار
بردن او درین واقعہ نیز از دست داشت و شدہ روز
از آن خانہ بیرون نیامد و بہیچ کار مشغول نشدہ الا بدو و کار فضل
بالا گرفت و رسید بدانجا کہ رسید

حکایت

اما در روزگار ما هم از خلفای بنی عباس ابن المستظهر المسترشد بالله
امیر المؤمنین طیب الله تربته و رفع فی الجنان رتبته از شهر بغداد
خروج کرد با لشکری آراسته و تجملی پیراسته و خزینه‌ای بسیار و سلاحی
بسیار متوجهاً الی خراسان بسبب استنزادی که از خذلان عالم سنجر
داشت و آن صناعت اصحاب اغراض بود و تمویه و تزویر اهل فتنه
که با انجا رسانیده بودند چون بکرمانشاهان رسید روز آدینه خطبه
کرد که در فصاحت از ذروهٔ اوج آفتاب درگذشته بود و بمنتهای عرش
و علیین رسیده و در اثنای این خطبه از بس دل تنگی و غایت نومیدی
شکایت کرد از آل سلجوق که فصحای عرب و بلغای عجم انصاف بدادند
که بعد از صحابهٔ نبی رضوان الله علیهم اجمعین کنایه بدین لطافت عربیت بوده
و شامل کلمات جوامع الکلم هیچکس فصلی بدین جزالت و فصاحت نظم
نداده بود و قال امیر المؤمنین المسترشد بالله فوضنا امورنا
الی آل سلجوق فبغوا علینا فطال علیهم الامد فقست
قلوبهم و کثیر منهم فاسقون همیگوید کارهای خویش با آل
سلجوق باز گذاشتیم پس بر ما بیرون آمدند و روزگار بر ایشان دراز کشید
سیاه و سخت شد دلهای ایشان و از ایشان بیشتر فاسقانند گردن
کشیدند از فرمانهای ما و دین مسلمانی

حکایت

غایت فصاحت قرآن ایجاز لفظ و ایجاز معنی است و ہرچہ فصحا و بلغاء را امثال این تضمین افتادہ است تا بدرجہ ایست کہ دہشت ہمے آرد و عاقل و بالغ از حال خویش ہمے بگردد۔ و آں دلیلے واضح است و حجتے قاطع بر آنکہ این کلام از مجاری نفس ہیچ مخلوقے نرفتہ است و از ہیچ کام و زبانے حادث نشدہ است و رقم قدم بر ناصیہ اشارات و عبارات او مثبت است۔ آوردہ اند کہ یکے از اہل اسلام پیش ولید بن مغیرہ این آیت ہمے خواند۔ قِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ۔ فقال الولید بن المغیرۃ واللّٰہ ان علیہ لطلاوۃ وان لہ لحلاوۃ وان اعلاہ لمثمر وان اسفلہ لمغدق وما ہو قول البشر

چوں دشمناں در فصاحت قرآن و اعجاز او دریا دین انصاف بدین مقام رسیدند دوستاں بنگر تا خود بکجا برسند والسلام۔

حکایت

پیش ازیں درمیان ملوک عصر و جبابرہ روزگار پیش چوں پیشدادیان وکیان و اکاسرہ و خلفا رسمے بودہ است کہ مفاخرت و مبارزت بتعامل وفضل کردندے و ہر یکے کہ فرستادندے [illegible]

با او همراه کردندے و دریں حالت پادشاه محتاج شدے بار باب
عقل و تمیز و اصحاب رائے و تدبیر و چند مجالس دراں نشستندے و برخاستندے
تا آنگاه که آں جوابها بیک وجه قرار گرفتے و آں اغرو رموز ظاهر و هویدا
شدے آنگاه رسول را تکمیل کردندے و ایں ترتیب بر جملے بوده ست
تا بروزگار سلطان عادل یمین الدولة والدین محمود بن سبکتگین رحمة الله علیه
و بعد از و چوں سلجوقیان آمدند و ایشاں مرداں بیاباں نشیں بودند و از
مجاری احوال و معالی آثار ملوک بے خبر بیشتر از رسوم پادشاهی بروزگار
ایشاں مندرس شد و بسیارے از ضروریات ملک مندرس گشت، یکے ازاں
دیوان رسالت، باقی بریں قیاس تواں کردن۔ آورده اند که سلطان
یمین الدولة رحمة الله علیه روزے رسولے فرستاد بماوراء النهر نزدیک
بغراخان و در نامه که تحریر افتاده بود تحریر کرده ایں فصل قال الله تعالیٰ
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ و ارباب حقائق و اصحاب دقائق
براں قرار داده اند که ایں آیه از جمله فرماید که هیچ فضلتے ارواح
انسان را از نقص جهل تربیت و از نقص نادانی باز پس تر نه و کلام باآفرید
گواهی است و بر صحت ایں قضیت و درستی ایں خبر وَالَّذِينَ اُوتُوا
الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ پس ما مے خواهیم که ائمه ولایت ماوراء النهر و علمائے
زمین مشرق و افاضل حضرت خاقان از ضروریات ایں قدر خبر دهند که
نبوت چیست؟ ولایت چیست؟ دین چیست؟ اسلام چیست؟
ایمان چیست؟ احسان چیست؟ تقوے چیست؟ امر معروف چیست؟

نہی منکر چیست؟ صراط چیست؟ میزان چیست؟ رحم چیست؟ شفقت
چیست؟ عدل چیست؟ فضل چیست؟ چوں ایں نامہ بحضرت بغراخان
رسید و بر مضمون و مکنونِ او وقوف یافت - ائمہ ماوراء النہر از دیار و بلاد
باز خواند، دریں معنی بایشاں مشورت کرد و چند کس از کبار و عظام ائمہ
ماوراء النہر قبول کردند کہ ہر یک دریں باب کتابے کنند و در اثناء سخن و متن
کتاب جوابِ آں کلمات درج کنند، و ایں چہار ماہ زماں خواستند و ایں
مہلت بانواع مضرت ہے بود چہ از ہمہ قومی اخراجات مرتبہ بود و در اخراجات
رسولاں و پیکان ولتہدا ائمہ تا محمد بن عبدہ الکاتب کہ دبیر بغراخاں بود و
در علم تعمقے و در فضل توفقے داشت و در نظم و نثر تبحرے و از فضلاء
و بلغاء اسلام یکے او بود - گفت من ایں سوالات را در دو کلمہ جواب کنم
چنانکہ افاضل اسلام و اماثلِ مشرق چوں بینند در محل رضا و مقرر پسند افتد
پس قلم برگرفت و در پایانِ مسائل بر طریق فتوی بنوشت کہ قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ
ہمہ ماوراء النہر انگشت بدنداں گرفتند و شگفتیہا نمودند و گفتند ایں است
جوابے کامل ایں است لفظے شامل و خاقان عظیم برافروخت کہ بدیں
کفایت شد و بائمہ حاجت نیفتاد و چوں بغزنیں رسید ہمہ پسندیدند
پس ازیں مقدمات پیداں ہے آید کہ دبیر عاقل و فاضل ہمیں جمالے ہست
از تجملِ پادشاہ و ہمیں رفعتے است از ترفع پادشاہی - پس بدیں حکایت ایں
مقالہ را ختم کنیم - والسلام -

مقالۂ دوم

در ماہیتِ علمِ شعر و صلاحیتِ شاعر

شاعری صناعتے است کہ شاعر بداں صناعت اتساقِ مقدمات موہمہ کند و التیامِ قیاساتِ منتجہ بر آں وجہ کہ معنی خرد را بزرگ گرداند و معنی بزرگ را خرد و نیکو را در خلعتِ زشت باز نماید و زشت را در صورت نیکو جلوہ کند و بایہام قوت ہائے غضبانی و شہوانی برانگیزد تا بدان ایہام طباع را انقباضے و انبساطے بود و امورِ عظام را در نظامِ عالم سبب شود چنانکہ آوردہ اند۔

حکایت

احمد بن عبداللہ الخجستانی را پرسیدند کہ تو مردے خربندہ بودی، بامیریِ خراسان چوں افتادی؟ گفت بباد غیس در خجستان روزے دیوانِ حنظلۂ بادغیسی ہمے خواندم بدیں دو بیت رسیدم

مہتری گر بکام شیر در است　　شو خطر کن زکامِ شیر بجوے

یا بزرگی و عز و نعمت و جاہ　　یا چو مردانت مرگ رویاروے

داعیہ در باطنِ من پدید آمد کہ بہیچ وجہ در آں حالت کہ اندر بودم

راضی نتوانستم بود خران را بفروختم و اسپ خریدم و از وطن خویش رحلت
کردم و بخدمت علی بن اللیث شدم برادر یعقوب بن اللیث و عمرو
بن اللیث و باز دولت صفاریان در ذروهٔ اوج علیین پروازی کرد
و علی برادر کهین بود و یعقوب و عمرو را بر او اقبالی تمام بود. و چون یعقوب
از خراسان بغزنین شد از راه جبال - علی بن اللیث مرا از رباط سنگین باز
گردانید و بخراسان بشحنگی اقطاعات فرمود و من از آن لشکر سواری صد
بیراه کرده بودم و سواری بیست از خود داشتم و از اقطاعات علی بن اللیث
یکی کروخ هری بود و دوم خواف نشاپور. چون بکروخ رسیدم فرمان عرضه
کردم آنچه من رسید تفرقه لشکر کردم و به لشکر دادم سواری من سی صد شد
چون بخواف رسیدم و فرمان عرضه کردم خواجگان خواف تمکین نه کردند
و گفتند ما را شحنه باید با ده تن رائی من بر آن جمله قرار گرفت که دست از
طاعت صفاریان باز داشتم و خواف را غارت کردم و بروستای
بشت بیرون شدم و به بیهق در آمدم دو هزار سوار بمن جمع شد بیامدم و
نشاپور بگرفتم و کار من بالا گرفت و ترقی همی کرد تا جمله خراسان خویشتن را
مستخلص کردانیدم - اصل و سبب این دو بیت شعر بود - و سلامی در تاریخ
خویش همی آرد که کار احمد بن عبد الله بدرجه رسید که به نشاپور یک شبانه
سی صد هزار دینار و پانصد سر اسپ و هزار تا جامه ببخشید و امروز در
تاریخ از ملوک قاهره یکی اوست - اصل آن دو بیت شعر بود و در عرب
و عجم امثال این بسیار است - اما بدین یکی اختصار کردیم -

پس پادشاه را از شاعر نیک چاره نیست که بقای اسم اورا ترتیب کند و ذکر او در دواوین و دفاتر مثبت گرداند زیرا که چون پادشاه بامرے که ناگزیر است مامور شود از لشکر و گنج و خزینهٔ او آثار نماند و نام او بسبب شعر شاعران جاوید بماند۔ شریف مجلدی گرگانی گوید۔

ازان چندان نعیم این جهانی   که ماند از آل ساسان و آل سامان
ثنائے رودکی ماندست و مدحت   نوائے باربد ماندست و دستان

و اسامی ملوک عصر و سادات زمان بنظم رائع و شعر شائع این جماعت باقی است چنانکه اسامی آل سامان باستاد ابو عبداللہ جعفر بن محمد الرودکی و ابو العباس الربنجنی و ابو المثل البخاری و ابو اسحٰق جویباری و ابو الحسن اغاجی و طحاوی و خبازی نشاپوری و ابو الحسن الکسائی۔ اما اسامی ملوک آل ناصر الدین باقی ماند بامثال عنصری و عسجدی و فرخی و بهرامی و زینتی و بزرجمهر قاینی و مظفری و منشوری و منوچهری و مسعودی و قصارامی و ابو حنیفه اسکاف و راشدی و ابو الفرج رونی و مسعود سعد سلمان و محمد ناصر و شاہ بور جا و احمد خلف و عثمان مختاری و مجدود السنائی، اما اسامی آل خاقان باقی ماند بلؤلؤی و گلابی و نجیبی فرغانی و عمعق بخاری و رشیدی سمرقندی و نجار ساغرجی و علی پانیدی و پسر درغوش و علی سپهری و جوهری و سغدی و پسر تیشه و علی شطرنجی اما اسامی آل بویه باقی ماند باستاد منطقی و کیا غضائری و بندار۔ اما اسامی آل سلجوق ماند بفرخی گرگانی و لامعی و دهستانی و جعفر همدانی و فیروز فخری و برهانی

وامیر معزی و ابو المعالی رازی و عمید کمالی و شهابی اما اسامی ملوک طبرستان باقی ماند بقمری گرگانی و رافعی نشاپوری و کفائی گنجه و کوسه فالی و پور کله - و اسامی ملوک غور آل شنسب خلد اللہ ملکہم باقی ماند بابو القاسم رفیعی و ابوبکر جوہری و کمترین بندگان نظامی عروضی و علی صوفی - و دواوین این جماعت ناطق است بکمال و جمال و آلت و عدت و عدل و بذل و اصل و فضل و رائے و تدبیر و تائید و تاثیر این پادشاہان ماضیہ و این مہتران خالیہ نور اللہ مضاجعہم و وسع علیہم و اضعہم بسا مہتران کہ نعمت پادشاہان خوردند و بخششہائے گران کردند و برین شعرائے مطلق سپردند کہ امروز از ایشان آثار نیست و از خادم و حشم ایشان دیار نہ و بسا کوشکہائے منقش و باغہائے دلکش کہ بنا کردند و بیاراستند کہ امروز با زمیں ہموار گشتہ است و با مغازات و اودیہ برابر شدہ (مصنف گوید)

بسا کاخا کہ محمودش بنا کرد — کہ از رفعت ہمے با مہ مرا کرد
نہ بینی زاں ہمہ یک خشت برپائے — مدیح عنصری ماندست برجائے

و خداوند عالم علاء الدنیا والدین ابو علی الحسین بن الحسین اختیار امیر المومنین کہ زندگانیش دراز باد و چتر دولتش منصور - بکین خواستن آں دو ملک شہریار شہید و ملک حمید بغزنین رفت و سلطان بہرام شاہ از پیش او برفت و بہ ورزہ آں دو شہید کہ استخفافہا کردہ بودند و گزافہا گفتہ شہر غزنیں را غارت فرمود و عمارات محمودی و مسعودی

وابراهیمی خراب کرد و مدائح ایشان بزر همی خرید و در خزینه همی نهاد و کس را زهرهٔ آن نبودی که در آن لشکر یا در آن شهر ایشان را سلطان خواندی و پادشاه خود از شاهنامه بر همی خواند آنچه ابوالقاسم فردوسی گفته بود

چو کودک لب از شیر مادر بشست | ز گهواره محمود گوید نخست
بتن ژنده پیل و بجان جبرئیل | بکف ابر بهمن بدل رود نیل
جهاندار محمود شاه بزرگ | به آبشخور آرد همی میش و گرگ

همه خداوندان خرد دانند که اینجا حشمت محمود نمانده بود حرمت فردوسی بود و نظم او گر سلطان محمود دانستی که آن آزادمرد را محروم و مایوس نگذاشتی۔

فصل

در چگونگی شاعر و شعر او

اما شاعر باید که سلیم الفطرت عظیم الفکرت صحیح الطبع جید الرویه دقیق النظر باشد در انواع علوم متنوع باشد و در اطراف رسوم مستطرف زیرا که چنانکه شعر در هر علمی بکار همی شود هر علمی در شعر بکار همی شود و شاعر باید که در مجلس محاورت خوش‌گوی بود و در مجلس معاشرت خوش‌روی و باید که شعر او بدان درجه رسیده باشد که در صحیفهٔ روزگار

مسطور باشد و بر السنهٔ احرار مقرر و بر سفاین بنویسند و در مدائن بخوانند
که حظ اوفر و قسم افضل از شعر بقای اسم است و تا مسطور و مقرر
نباشد این معنی بحاصل نیاید و چون شعر بدین درجه نباشد تاثیر او را اثر
نبود و پیش از خداوند خود بمیرد و چون او را در بقای خویش اثری
نیست در بقای اسم دیگری چه اثر باشد. اما شاعر بدین درجه نرسد
الا که در عنفوان شباب و در روزگار جوانی بیست هزار بیت از اشعار
متقدمان یاد گیرد و ده هزار کلمه از آثار متاخران پیش چشم کند و پیوسته
دواوین استادان همی خواند و یاد همی گیرد که در آمد و بیرون شد
ایشان از مضایق و دقایق سخن بر چه وجه بوده است تا طرق و انواع
شعر در طبع او مرتسم شود و عیب و هنر شعر بر صحیفهٔ خرد او منقش گردد تا
سخنش روی در ترقی دارد و طبعش بجانب علو میل کند. هر که را طبع
در نظم شعر راسخ شد و سخنش هموار گشت روی بعلم شعر آرد و عروض
بخواند و گرد تصانیف استاد ابو الحسن السرخسی البهرامی گردد چون
غایة العروضین و کنز القافیه و نقد الفاظ و سرقات و تراجم و انواع این
علوم بخواند بر استادی که آن داند تا نام استادی را سزاوار شود
و اسم او در صحیفهٔ روزگار پدید آید چنانکه اسامی دیگر استادان که
نامهای ایشان یاد کردیم تا آنچه از مخدوم و ممدوح بستاند حق
آن بتواند گزارد در بقای اسم. و اما بر پادشاه واجب است که چنین
شاعر را تربیت کند تا در خدمت او پدید آید و نام او از مدحت او

هویدا شود۔ امّا اگر این درجه کم باشد نشاید بدو سیم ضائع کردن و بشعر او
التفات نمودن خاصه که پیر بود و درین باب تفحص کرده ام در کل عالم
از شاعر پیر بتر نیافته ام و هیچ سیم ضائع تر از آن نیست که بدو دهند
نا جوانمردے که به پنجاه سال ندانسته باشد که آنچه من میگویم بد است
کے بصد سال بخواهد دانستن۔ امّا اگر جوانے بود که طبع راست دارد اگر چه شعرش
نیک نباشد امید بود که نیک شود و در شریعت آزادگی تربیت او واجب
باشد و تعهد او فریضه و تفقد او لازم۔ امّا در خدمت پادشاه هیچ بهتر از بدیهه
گفتن نیست که به بدیهه طبع پادشاه خرم شود و مجلسها برافروزد و شاعر
بمقصود رسد۔ و آن اقبال که رودکی اندر آل سامان دید به بدیهه گفتن و
زود شعری کس ندیده است۔

حکایت

چنین آورده اند که نصر بن احمد که واسطهٔ عقد آل سامان بود و اوج دولت
آن خاندان ایام ملک او بود و اسباب تمتع و علل ترفع در غایت ساختگی بود
خزائن آراسته و لشکر جرار و بندگان فرمانبردار۔ زمستان بدار الملک بخارا
مقام کردے و تابستان بسمرقند رفتے یا بشهرے از شهرهائے
خراسان۔ مگر یک سال نوبت هری بود بفصل بهار ببادغیس بود که
بادغیس خرم ترین چراخوارهائے خراسان و عراق است قریب هزار
ناو هست پر آب و علف که هر یکے لشکرے را تمام باشد چون

ستوران بهار نیکو بخوردند و تن و توش خویش باز رسیدند و شایسته میدان و
حرب شدند. نصر بن احمد روی بهری نهاد و بدرِ شهر بمرغِ سپید فرود آمد
و لشکرگاه بزد و بهارگاه بود و شمال روان شد و میوه‌های مالن و کروخ
در رسید که امثال آن در بسیار جایها بدست نشود و اگر شود بدان ارزانی
نباشد. آنجا لشکر برآسود و هوا خوش بود و باد سرد و نان فراخ و میوه‌ها
بسیار و مشمومات فراوان و لشکرے از بهار و تابستان برخورداری
تمام یافتند از عمر خویش و چون مهرگان درآمد و عصیر در رسید و شاه
سپرم و حماحم و اقحوان در دم شد انصاف از نعیم جوانی بستدند و
داد از عنفوان شباب بدادند. مهرگان دیر درکشید و سرما قوت
نکرد و انگور در غایت شیرینی رسید و در سوادِ هری صد و بیست لونِ
انگور یافته شود هر یک از دیگرے لطیف‌تر و لذیذتر و ازان دو نوع
است که در هیچ ناحیت ربع مسکون یافته نشود یکے پرنیان و دوم
کلنجری تنک پوست خرد تکس بسیار آب گوئی که در وی اجزاء ارضی
نیست از کلنجری خوشه پنج من و هر دانه پنج درم سنگ بیاید سیاه چون
قیر و شیرین چون شکر و ازش بسیار بتوان خورد بسبب مائیتے که
در وست و انواع میوه‌هائے دیگر همه خیار. چون امیر نصر بن احمد مهرگان
و ثمراتِ او بدید عظیمش خوش آمد. نرگس رسیدن گرفت کشمش بیفگندند
در مالن و منقی برگرفتند و آونگ بستند و گنجینه‌ها پر کردند. امیر با آن
لشکر بدان دو پاره دیه درآمد که اُو را غوره و درواذه خوانند

سراهائے دیدند هریکے چون بهشت اعلیٰ وهریکے را باغے وبستانے
درپیش بر مهب شمال نهاده زمستان آنجا مقام کردند از جانب سیستان
نارنج آوردن گرفتند واز جانب مازندران ترنج رسیدن گرفت
زمستانے گذاشتند در غایت خوشی چون بهار درآمد اسبان بباد غیس
فرستادند ولشکرگاه بمالین بمیان دو جوے بردند وچون تابستان
درآمد میوه ها در رسید امیر نصر بن احمد گفت تابستان کجا رویم که ازین
خوشتر مقامگاه نباشد مهرگان برویم وچون مهرگان درآمد گفت
مهرگان هری بخوریم وبرویم همچنین فصلے بفصلے همی انداخت تا چهار
سال برین آمد زیرا که صمیم دولت سامانیان بود وجهان آباد
وملک بے خصم ولشکر فرمانبردار وروزگار مساعد وبخت موافق با این
همه ملول گشتند وآرزوے خانمان برخاست پادشاه را ساکن دیدند
هوائے هری در سر او وعشق هری در دل او در اثنائے سخن
هری را بهشت عدن مانند کردے بلکه بر بهشت ترجیح نهادے
واز بهار چین زیادت آوردے دانستند که سر آن دارد که این تابستان
نیز آنجا باشد پس سران لشکر ومهتران ملک بنزدیک استاد
ابوعبدالله الرودکی رفتند وازندمائے پادشاه هیچکس محتشم تر ومقبول
القول تر ازو نبود گفتند پنجهزار دینار ترا خدمت کنیم اگر صنعتے بکنی
که پادشاه ازین خاک حرکت کند که دلهائے ما آرزوے فرزند همی برد
وجان ما از اشتیاق بخارا همی برآید رودکی قبول کرد که نبض امیر گرفته

بود و مزاج او بشناخته دانست که به نثر با او درنگیرد روی بنظم آورد و قصیده بگفت و بوقتی که امیر صبوح کرده بود درآمد و بجای خویش بنشست و چون مطربان فرو داشتند او چنگ برگرفت و در پرده عشاق این قصیده آغاز کرد

بوی جوی مولیان آید همی　　بوی یار مهربان آید همی

پس فروتر شود و گوید

ریگ آموی و درشتی راه او　　زیر پایم پرنیان آید همی

آب جیحون از نشاط روی دوست　　خنگ ما را تا میان آید همی

ای بخارا شاد باش و دیر زی　　میر زی تو شادمان آید همی

میر ماهست و بخارا آسمان　　ماه سوی آسمان آید همی

میر سروست و بخارا بوستان　　سرو سوی بوستان آید همی

چون رودکی بدین بیت رسید امیر چنان منفعل گشت که از تخت فرود آمد و بی موزه پای در رکاب خنگ نوبتی آورد و روی به بخارا نهاد چنانکه رانین و موزه تا دو فرسنگ در پی امیر بردند به بروته در پای کرد و عنان تا بخارا هیچ جای باز نگرفت و رودکی آن پنجهزار دینار مضاعف از لشکر بستد و شنیدم بسمرقند در سنه اربع و خمسمایة از دهقان ابورجا احمد بن عبدالصمد العابدی که گفت جد من ابورجا حکایت کرد که چون درین نوبت رودکی بسمرقند رسید چهارصد شتر زیر بنه او بود و الحق آن بزرگ بدین تجمل ارزانی بود که هنوز این قصیده را کس جواب نگفته است که

مجال آں ندیده اند که ازیں مضایق آزاد توانند بیروں آمد و از عذب گویاں
و لطیف طبعاں عجم یکے امیر الشعراء معزی بود که شعر او در طلاوت و طراوت
بغایت است و در روانی و عذوبت به نهایت زین الملک ابو سعد
هندو بن محمد بن هندو الاصفهانی از وے درخواست کرد که آں قصیده را
جواب گوئی۔ گفت نتوانم الحاح کرد چند بیت بگفت که یک بیت
از آں بیتها ایں است۔

رستم از مازندراں آید ہمے — زین ملک از اصفهاں آید ہمے

همه خردمنداں دانند که میان ایں سخن و آں سخن چه تفاوت است
و که تواند تشنّع بریں عذوبی که او در مدیح گوید دریں قصیده۔

آفریں و مدح سود آید ہمے — گر بگنج اندر زیاں آید ہمے

و اندریں بیت از محاسن هفت صنعت است اوّل مطابق۔ دوم
متضاد۔ سوم مرفّه۔ چهارم بیان مساوات۔ پنجم عذوبت۔ ششم فصاحت
هفتم جزالت و هر استادے که او را در علم شعر تبحّرے است چوں اندکے
تأمّل کند داند کمن دریں مصیبم۔ والسلام۔

حکایت

شنیدم که سلطان یمین الدوله محمود را ایاز ترک بوده است معروف
و مشهور۔ آورده اند که سخت نیکو صورت نبود لیکن سبز چهره شیریں
بوده است متناسب اعضا و خوش حرکات و خردمند و آهسته و آزاده

مخلوق پرستی او را عظیم دوست داده بوده است و در آن باره از نادرات
زمانهٔ خویش بوده است و این همه اوصاف آنست که عشق را بعث کند
و دوستی را برقرار دارد - و سلطان یمین الدوله محمود هم مردی دیندار
و متقی بود و با عشق ایاز بسیار کشتی گرفتی تا از شارع شریعه به منهاج
حریت قدمی عدول نکردی شبی در مجلس عشرت بعد از آنکه شراب درو
اثر کرده بود و عشق درو عمل نموده بزلف ایاز نگریست عنبری دید
بر روی ماه غلتان سنبلی دید بر چهرهٔ آفتاب پیچان حلقه حلقه چون زره
بند بند چون زنجیر در هر حلقه هزار دل - در هر بندی صد هزار جان
عشق عنان خویشتن داری از دست صبر او بربود و عاشق وار در خود
کشید محتسب آهنا و صد قنا سر از گریبان شرع برآورد و در پیش
سلطان یمین الدوله بایستاد و گفت هان محمود عشق را با فسق میامیز و حق را
با باطل ممزوج مکن که بدین ذلت ولایت عشق بر تو بشود و چون بلال
خویش از بهشت عشق بیفتی و بعنای دنیای فسق درمانی سمع اقبالش
در غایت شنوائی بود این قضیه مسموع افتاد و ترسید که سپاه صبر او
با لشکر زلفین ایاز بر نیاید کارد برکشید و بدست ایاز داد که بگیر و زلفین
خویش را ببر ایاز خدمت کرد و کارد از دست او بستد و گفت از کجا
ببرم گفت از نیمه ایاز زلف دوتو کرده تقدیر گرفت و فرمان بجای آورد و
هر دو سر زلف خویش را پیش محمود نهاد گویند آن فرمانبرداری عشق را سببی
دیگر شد محمود زر و جواهر خواست و افزون از رسم معهود عادت ایاز را

بخشش کرد و از غایت مستی در خواب رفت و چون نسیم سحرگاهی بوزید بتخت
پادشاهی از خواب در آمد آنچه کرده بود به یاد وی آمد ایاز را بخواند و آن
زلفین بریده بدید سپاه پشیمانی بر دل او تاختن آورد و خمار عربده بر دماغ
او مستولی گشت مے نشست و مے خاست و از مقربان و مرتبان کس را
زهره آن نبود که بپرسیدے که سبب چیست؟ تا آخر حاجب علی قریب که
حاجب بزرگ او بود روی بعنصری کرد و گفت پیش سلطان در شو و
خویشتن بدو نمای و طریقی بکن که سلطان خوش طبع گردد عنصری فرمان
حاجب بزرگ بجای آورد و در پیش سلطان شد و خدمت کرد سلطان
یمین الدوله سر بر آورده گفت ای عنصری این ساعت از تو مے اندیشیدم
مے بینی که چه افتاده است ما را درین معنی چیزی بگو که لایق حال باشد
عنصری خدمت کرد و بر بدیهه گفت۔

کی عیب سر زلف بت از کاستن است — چه جای بغم نشستن و خاستن است
جای طرب و نشاط و مے خواستن است — کآراستن سرو ز پیراستن است

سلطان یمین الدوله محمود را این دو بیتی بغایت خوش افتاد بفرمود
تا جواهر بیاوردند و سه بار دهان او پر جواهر کرد و مطربان را پیش خواست
و آن روز تا شب بدین دو بیتی شراب خوردند و آن واهیه بدین دو بیتی
از پیش او برخاست و عظیم خوش طبع گشت والسلام۔ اما باید دانست
که بدیهه گفتن رکن اعلی است در شاعری و بر شاعر فریضه است که طبع خویش را
بریاضت بدان درجه رساند که در بدیهه معانی انگیزد که سیم از خزینه بدیهه

بیرون آید و پادشاه را حسب حال طبع آرد و این همه از بهر امانت دل
مخدوم و طبع ممدوح مے باید و شعراء هر چه یافته اند از صلات معظم
به بدیهه و حسب حال یافته اند

حکایت

فرخی از سیستان بود پسر جولوغ غلام امیر خلف بانو طبعی بغایت
نیکو داشت و شعر خوش گفتے و چنگ تر زدے و خدمت دهقانے
کردے از دهاقین سیستان و این دهقان او را هر سال دویست کیل پنج منی غله
دادے و صد درم سیم نوحی او را تمام بودے اما زنے خواست هم از موالی
خلف و خرجش بیشتر افتاد و دبه و زنبیل درافزود و فرخی بے برگ ماند و در سیستان
کسے دیگر نبود مگر امرای ایشان فرخی قصه به دهقان برداشت که مرا خرج
بیشتر شده است چه شود که دهقان از انبار کرم او ست غله من سی صد
کیل کند و سیم صد و پنجاه درم تا مگر با خرج من برابر شود دهقان
بر پشت قصه توقیع کرد که این قدر از تو دریغ نیست و افزون از این
را روے نیست فرخی چون بشنید مایوس گشت و از صادر و وارد
استخبار مے کرد که در اطراف و اکناف عالم نشان ممدوحے شنود تا روے
بدو آرد باشد که اصابتے یابد تا خبر کردند او را از امیر ابو المظفر چغانی
به چغانیان که این نوع را تربیت میکند و این جماعت را صلۂ جائزہ فاخر
همی دهد و امروز از ملوک عصر و امرای وقت در این باب او را انبازے نیست

قصیدہ بگفت و عزیمت آں جانب کرد۔

باکاروانِ حلہ برفتم ز سیستان   با حلۂ تنیدہ ز دل بافتہ ز جان

الحق نیکو قصیدہ ایست و در وصفِ شعر کردہ است و در غایت نیکوئی و در بلاغت بے نظیر است پس برگے بساخت و روے بچغانیاں نہاد و چون بحضرت چغانیاں رسید بہارگاہ بود و امیر بداغگاہ و شنیدم کہ ہیجدہ ہزار مادیان نہی داشت۔ ہر یکے را کرہ در دنبال و ہر سال برفتے و کرگان را داغ فرمودے و عمید اسعد کہ کدخدائے امیر بود بحضرت بود و نزلے راست مے کرد تا در پے امیر برد فرخی بنزدیک او رفت و او را قصیدہ خواند و شعر امیر بر وے عرضہ کرد خواجہ امیر اسعد مردے فاضل بود و شاعر دوست شعر فرخی را شعرے دید تر و عذب خوش و استادانہ فرخی را سگزی دید بے اندام جبہ پیش و پس چاک پوشیدہ و دستارے بزرگ سگزی وار در سر و پاے و کفش بس ناخوش و شعرے در آسمانِ ہفتم ہیچ باور نکرد کہ ایں شعر آں سگزی را شاید بود بر سبیل امتحان گفت امیر بداغگاہ است و من میروم پیش او ترا با خود ببرم بداغگاہ کہ داغگاہ عظیم خوش جائے است۔ جہانے در جہانے سبزہ بینی پُر خیمہ و چراغ چوں ستارہ از ہر یکے آواز رود مے آید و حریفان در ہم نشستہ و شراب ہمے نوشند و عشرت ہمے کنند و بدرگاہ امیر آتشے افروختہ چند کوہی کرگان را داغ ہمے کنند و پادشاہ شراب در دست و کمند در دستِ دیگر شراب میخورد و اسپ مے بخشد۔ قصیدہ گوی لائق وقت و صفت داغگاہ کن ترا پیش امیر برم۔ فرخی آں شب برفت و قصیدہ

پرداخت سخت نیکو و بامداد در پیش خواجه عمید اسعد آورد و آن قصیده این است:-

چون پرند نیلگون بر روی پوشد مرغزار
پرنیان هفت رنگ اندر سر آرد کوهسار

خاک را چون ناف آهو مشک زاید بی قیاس
بید را چون پر طوطی برگ روید بی شمار

دوش وقت صبحدم بوی بهار آورد باد
حبذا باد شمال و خرما بوی بهار

باد گویی مشک سوده دارد اندر آستین
باغ گویی لعبتان جلوه دارد در کنار

نسترن لولوی بیضا دارد اندر مرسله
ارغوان لعل بدخشی دارد اندر گوشوار

تا برآرد جامه‌های سرخ گل بر شاخ گل
پنجه‌های دست مردم سر فرو کرد از چنار

باغ بوقلمون لباس و شاخ بوقلمون نمای
آب مروارید گون و ابر مروارید بار

راست پنداری که خلعتهای رنگین یافتند
باغهای پرنگار از داغگاه شهریار

داغگاه شهریار اکنون چنان خرم بود
کاندرو از خرمی خیره بماند روزگار

سبزه اندر سبزه بینی چون سپهر اندر سپهر
خیمه اندر خیمه چون سیمین حصار اندر حصار

هرکجا خیمه‌ست خفته عاشقی با دوست مست
هرکجا سبزه‌ست شادان یاری از دیدار یار

سبزه‌ها با بانگ چنگ مطربان چرب دست
خیمه‌ها با بانگ نوش ساقیان میگسار

عاشقان بوس و کنار و نیکوان ناز و عتاب
مطربان رود و سرود و خفتگان خواب و خمار

بر در پرده سرای خسرو پیروز بخت
از پی داغ آتشی افروخته خورشیدوار

برکشیده آتشی چون مطرد دیبای زرد
گرم چون طبع جوان و زرد چون زر عیار

داغها چون شاخهای بسد یاقوت رنگ
هر یکی چون ناروانه گشته اندر زیر نار

ریدکان خوابنادیده مصاف اندر مصاف
مرکبان داغ ناکرده قطار اندر قطار

خسرو فرخ سیر بر بارهٔ دریا گذر | با کمند اندر میان دشت چون اسفندیار
همچو زلف نیکوان خردکیسو تاب خورده | همچو عهد دوستان سالخورده استوار
میر عادل بوالمظفر شاه با پیوستگان | شادمان و شادخوار و کامران و کامگار
هر کرا اندر کمند شصت بازی درفگند | گشت نامش بر سر یک شاخ در دیش نگار
هر چه زین سو داغ کرد از سوی دیگر شد عطا | شاعران را با لگام و زائران را با فسار

چون خواجه عمید اسعد این قصیده بشنید حیران فرو ماند که هرگز مثل آن بگوش او فرو نشده بود جمله کارها فرو گذاشت و فرخی را بر نشاند و روی بامیر نهاد و آفتاب زرد پیش امیر آمد و گفت - ای خداوند ترا شاعری آورده ام که تا دقیقی روی در نقاب خاک کشیده است کس مثل او ندیده است و حکایت کرد آنچه رفته بود - پس امیر فرخی را بار داد، چون در آمد خدمت کرد، امیر دست داد و جای نیکو نامزد کرد و بپرسید و بنواختش و بعاطفت خویش امیدوارش گردانید چون شراب دوری چند در گذشت - فرخی برخاست و بآواز حزین و خوش این قصیده بخواند که :-

با کاروان حله برفتم ز سیستان

چون تمام برخواند امیر شعر شناس بود و نیز شعر گفتی ازین قصیده بسیار شگفتیها نمود - عمید اسعد گفت ای خداوند باش تا بهتر بینی فرخی خاموش گشت و دم درکشید تا غایت مستی امیر پس برخاست و آن قصیدهٔ داغگاه برخواند - امیر حیرت آورد - پس در آن حیرت روی بفرخی

آوردو گفت هزار سر کرهٔ آوردند همه روی سپید و چهار دست و پای
سپید ختلی راه ترا است. تو مردی سگزی و عیاری چند انکه بتوانی گرفت
بگیر ترا باشد. فرخی را شراب تمام دریافته بود و اثر کرده بیرون آمد
و زود دستار از سر فرو گرفت و خویشتن را در میان سیله افگند و یک
گله در پیش کرد و بدان روی دشت بیرون برد و بسیار بر چپ و
راست و از هر طرف بدوانید که یکی نتوانست گرفت. آخر الامر
رباطی ویران بر کنار لشکرگاه پدید آمد. کرگان دران رباط شدند
فرخی بغایت مانده شده بود. در دهلیز رباط دستار زیر سر نهاد
و حالی در خواب شد از غایت مستی و ماندگی. کرگان را بشمردند چهل و دو سر
بودند. رفتند و احوال با امیر بگفتند. امیر بسیار بخندید و شگفتیها نمود
و گفت مردی مقبل است کار او بالا گیرد. او را و کرگان را نگاه
دارید. و چون او بیدار شود مرا بیدار کنید. مثال پادشاه را
امتثال کردند. دیگر روز بطلوع آفتاب فرخی برخاست و خود برخاسته
بود و نماز کرده بار داد و فرخی را بنواخت و آن کرگان را بکسان او
سپردند. و فرخی را اسپ با ساخت خاصه فرمود و دو خیمه و سه استر
و پنج سر برده و جامهٔ پوشیدنی و گستردنی و کار فرخی در خدمت او
عالی شد و تجملی تمام ساخت پس بخدمت سلطان یمین الدوله محمود رفت
و چون سلطان محمود او را متجمل دید بهمان چشم در نگریست و کارش بدانجا
آمد که تا بیست غلام سیمین کمر از پس او برنشستندی والسلام.

حکایت

در سنہ عشر و خمسمایۃ پادشاہِ اسلام سنجر بن ملک شاہ اطال اللہ
بقائہ وادام المعالی ارتقائہ بحدِ طوس بدشتِ تروق بہار داد و دو ماہ
آنجا مقام کرد و من از ہری بر سبیل انتجاع بداں حضرت پیوستم
نداشتم از برگ و تجمل ہیچ۔ قصیدہ بگفتم و نزدیک امیر الشعراء معزی رفتم
و افتتاح از و کردم و شعرِ من بدید و چند نوع مرا بر سنجید بمرادِ او آمدم۔
بزرگیہا فرمود و حقہا واجب داشت۔ روزے پیش او از روزگار شکایتے
ہمے نمودم و گلہ ہمے کردم۔ مرا دل داد و گفت تو دریں علم رنج بردہ
و تمام حاصل کردہ۔ آں را ہر آئینہ اثرے باشد و حالِ من ہمچنیں بود و ہرگز
ہیچ شعرے نیک ضائع نماندہ است۔ تو دریں صناعت حظے داری و سخن
ہموار و عذب و روئے در ترقی دارد و باش تا ببینی کہ ازیں علم نیکوئیہا ببینی
و اگر روزگار در ابتدا مضایقتے نماید در ثانی الحال کار بمرادِ تو گردد
و پدرِ من امیر الشعراء برہانی رحمۃ اللہ علیہ در اوّل دولتِ ملک شاہ بشہر
قزوین از عالمِ فنا بعالم بقا تحویل کرد و در آں قطعہ کہ سخت معروف است
مرا بسلطان ملک شاہ سپرد دریں بیت۔ بیت

من رفتم و فرزند من آمد خلفِ صدق　　او را بخدا و بخداوند سپردم

پس جامگی و اجرائے پدر بمن تحویل افتاد و شاعرِ ملک شاہ شدم و سالے
در خدمت پادشاہ روزگار گذاشتم کہ جز وقتے از دور او را نتوانستم

دیدن و از اجرا و جامگی یکمن و یک دینار نیافتم و خرج من زیادت شد
و وام بگردن من در آمد و کار در سر من بپیچید و خواجهٔ بزرگ نظام الملک
رحمة الله در حق شعر اعتقادی نداشتی از آنکه در معرفت او دست نداشت
و از ائمه و متصوفه بهیچ کس نمی پرداخت روزیکه فردای آن رمضان
خواست بود و من از جمله خرج رمضانی و عیدی دانگی نداشتم و
در آن دلتنگی نزدیک علاء الدوله امیر علی فرامرز رفتم که پادشاه زاده بود و
شعردوست و ندیم خاص سلطان بود و داماد او حرمت تمام داشت و
گستاخ بود و در آن دولت منصب بزرگ داشت و مرا تربیت کردی
گفتم زندگانی خداوند دراز باد - نه هر کاری که پدر بتواند کرد و پسر تواند
کرد یا آنچه پدر را آید پسر را آید پدر من مردی جلد و سهم بود - و درین
صناعت مرزوق و خداوند جهان سلطان شهید الب ارسلان را
در حق او اعتقادی بود، آنچه از او آمد از من همی نیاید مرا حیائی
مانع است و نازک طبعی با آن یار است یک سال خدمت کردم و
هزار دینار وام بر آوردم و دانگی نیافتم - دستوری خواه بنده را تا نیشاپور
باز گردد و وام بگزارد و بآن باقی که بماند همی سازد و دولت قاهره را دعائی
همی گوید امیر علی گفت راست گفتی همه تقصیر کرده ایم بعد از این نکنیم سلطان
نماز شام بماه دیدن بیرون آید باید که آنجا حاضر باشی - تا روزگار چه
دست دهد - حالی صد دینارم فرمود تا برگ رمضان سازم و بر فور مهری
بیاوردند صد دینار نیشاپوری و پیش من نهادند عظیم شادمانه باز گشتم

و برگ رمضان نفرمودم و نمازِ دیگر بدر سراپردهٔ سلطان شدم قضا را
علاء الدوله همان ساعت در رسید خدمت کردم گفت سره کردی
در وقت آمدی پس فرود آمد و پیش سلطان شد آفتاب زرد سلطان
از سراپرده بدر آمد کمان گروهه در دست علاء الدوله بر راست من
بادو پیه و خدمت کردم امیر علی نیکو تنها پیوست و بماه دیدن مشغول شدند
و اول کسی که ماه دید سلطان بود عظیم شادمانه شد علاء الدوله مرا گفت
پسر برهانی درین ماه نو چیزی بگوی من بر فور این دو بیتی گفتم

ای ماه چو ابروان یاری گوئی — یا نی چو کمان شهریاری گوئی
نعلی زده از زر عیاری گوئی — در گوش سپهر گوشواری گوئی

چون عرضه کردم امیر علی بسیاری تحسین کرد سلطان گفت برو از آخور
هر کدام اسپ که خواهی بگشای و درین حالت بر کنار آخور بودم امیر علی اسپی
نامزد کرد بیاوردند و بکسان من دادند ارزیدی سی صد دینار نشاپوری
سلطان بمصلی رفت و من در خدمت نماز شام بگذاردیم و بخوان شدیم
برخوان امیر علی گفت پسر برهانی درین تشریفی که خداوند جهان فرمود
هیچ نگفتی حالی دو بیتی بگوی من برپای جستم و خدمت کردم و چنانکه
آمد حالی این دو بیتی بگفتم

چون آتش خاطر مرا شاه بدید — از خاک مرا بر زبر ماه کشید
چون آب یکی ترانه از من بشنید — چون باد یکی مرکب خاصم بخشید

چون این دو بیتی ادا کردم، علاء الدوله احسنتها کرد و بسبب احسنت

او سلطان مرا ہزار دینار فرمود۔ علاء الدولہ گفت جامگی اجراتش نرسیدہ است فردا بروا من خواجہ خواہیم نشست تا جامگیش از خانہ بفرماید و اجراتش بر سپاہان نویسد گفت نگر تو کنی کہ دیگران را این نسبت نیست و اورا بہ لقب من باز خوانید و لقب سلطان معز الدنیا والدین بود۔ امیر علی مرا خواجہ معزی خواند سلطان گفت امیر معزی آں بزرگ بزرگ زادہ چناں ساخت کہ دیگر روز نماز پیش ہزار دینار بہ بخشیدہ و ہزار دویست دینار جامگی و برات نیز ہزار من غلہ بمن رسیدہ بود و چوں ماہ رمضان بیروں شد مرا بمجلس خواند و با سلطان ندیم کرد و اقبال من روئے در ترقی نہاد و بعد ازاں پیوستہ تیمار من ہمے داشت و امروز ہر چہ دارم از عنایت آں بادشاہ زادہ دارم۔ ایزد تبارک و تعالیٰ خاک اورا با نوار رحمت خوش گرداناد بمنہ و فضلہ۔

حکایت

آل سلجوق ہمہ شعر دوست بودند اما ہیچکس بشعر دوستی تر از طغانشاہ بن الپ ارسلان نبود۔ و محاورت و معاشرت او ہمہ با شعرا بود و ندیمان او ہمہ شعرا بودند۔ چوں امیر ابو عبداللہ قریشی و ابو بکر ارزقی و ابو منصور ابا یوسف و شجاعی نسوی و احمد بدیہی و حقیقی و نسیمی و اینہا مرتب خدمت بودند و آیندہ و روندہ بسیار بودند ہمہ از و مرزوق و محفوظ۔

بگر روزے امیر با احمد بدیہی نرد مے باخت و نرد دہ ہزاری
بپایاں کشیدہ بود و امیر دو مہرہ در ششگاہ داشت و احمد بدیہی
دو مہرہ دریک گاہ و ضرب امیر را بود۔ احتیاطہا کرد و بینداخت
تا دو شش زند، دو یک بر آمد عظیم تیرہ شد و از طبع برفت و جائے
آں بود و آں غضب بدرجہ کشید کہ ہر ساعت دست بہ تیغ میکرد و
ندیمان چوں برگ بر درخت ہمے لرزیدند کہ پادشاہ بود و کودک بود
و مقہور چناں خصمے ابوبکر ارزقی برخاست و نزدیک مطرباں شد و
ایں دو بیتی باز خواند۔

(ارزقی گوید)

گر شاہ دو شش خواست و یک زخم افتاد … تا ظن نبری کہ کعبتین داد نہ داد
آں زخم کہ کرد رائے شاہنشاہ یاد … در خدمت شاہ روئے بر خاک نہاد

ابا منصور ابا یوسف در سنہ ۵۰۹ تسع و خمسمایۃ کہ من بہراۃ افتادم مرا
حکایت کرد کہ امیر طغانشاہ بدیں دو بیتی چناں بہ نشاط آمد و خوش طبع
گشت کہ بر چشمہائے ارزقی بوسہ داد و زر خواست پانصد دینار و در دہانِ
او مے کرد تا یک درست ماندہ بود و بنشاط اندر آمد و بخشش کرد سبب آں
ہمہ یک دو بیتی بود۔ ایزد تبارک و تعالیٰ بر ہر دو رحمت کناد بمنہ و کرمہ۔

حکایت

و در شہور سنہ ۵۷۲ اثنتین و سبعین و خمسمایۃ (الی العنایۃ صح) صاحب غزنی

قصہ سلطان ابراہیم بر او داشت کہ پسر او سیف الدولہ امیر محمود نیت آں
دارد کہ بجانب عراق بود و بخدمت ملک شاہ۔ سلطان را غیرت کرد و
چناں ساخت کہ او را ناگاہ بگرفت و ببست و بحصار فرستاد و ندیمان
او را بند کرد و بحصارہا فرستاد از جملہ یکے مسعود سعد سلمان بود او را بوجیرستان
بقلعہ نای فرستادند از قلعہ نای دو بیتی بسلطان فرستاد۔

(مسعود سعد سلمان فرماید)

در بند تو اے شاہ ملکشہ باید   تا بند تو پائے تاجدارے شاید
آنکس کہ ز پشت سعد سلمان آید   گر زہر شود ملک ترا نگزاید

ایں دو بیتی علی خاص بر سلطان برد بر وے ہیچ اثر نکرد و ارباب خرد
و اصحاب انصاف دانند کہ حبسیات مسعود در علو بچہ درجہ است و در
فصاحت بچہ پایہ بود، وقت باشد کہ من از اشعار او ہمے خوانم
موے بر اندام من بر پائے خیزد و جائے آں بود کہ آب از چشم من برود۔
جملہ ایں اشعار بر آں پادشاہ خواندند و او بشنید کہ بر ہیچ موضع او گرم
نشد و از دنیا برفت و آں آزاد مرد را در زندان بگذاشت و مدت حبس
او بسبب قربت سیف الدولہ دوازدہ سال بود (و) در روزگار سلطان
مسعود ابراہیم بسبب قربت او ابو النصر پارسی را ہشت سال بود و چندان
قصائد غرر و نفائس درر کہ از طبع وقاد او زادہ، البتہ ہیچ مسموع نیفتاد
بعد از ہشت سال ثقۃ الملک طاہر علی مشکان او را بیروں آورد و جملہ
آں آزاد مرد در دولت ایشاں ہمہ عمر در حبس بسر بردہ و ایں بدنامی

در آں خاندان بزرگ بماند ہمچو بندہ اینجا متوقفم کہ ایں حال را بر چہ حمل کنم بر ثبات رائے یا بر غفلتِ طبع یا بر قساوت قلب یا بر بیدلی در جملہ ستودہ نیست و ندیدم ہیچ خردمند کہ آں دولت را بریں حزم و احتیاط محمدت کرد۔ و از سلطانِ عالم غیاث الدنیا والدین محمد بن ملک شاہ بر در ہمدان در واقعہ امیر شہاب الدین قتلمش الب غازی کہ داماد او بود بخواہر طیب اللہ ثراہما و سقی فی الجنان رحبتہما شنیدم کہ خصم در حبس داشتن نشانِ بیدلی است زیرا کہ از دو حال بیروں نیست یا مصلح است یا مفسد۔ اگر مصلح است در حبس داشتن ظلم است و اگر مفسد است مفسد را زندہ گذاشتن ہم ظلم است۔ در جملہ بر مسعود بسر آمد و آں بدنامی تا دامنِ قیامت بماند۔

حکایت

ملکِ خاقانیاں از روزگار سلطان خضر بن ابراہیم طراوتے داشت و شگرف سیاستے و ہیبتے کہ بیش ازاں نبود و او پادشاہ خردمند عادل و ملک آرائے بود۔ ماوراء النہر و ترکستان اورا مسلّم بود و از جانبِ خراسان اورا فراغتے تمام و خویشی و دوستی و عہد و وثیقت بر قرار و از جملہ تجمل ملک او یکے آں بود کہ چوں برنشستے بجز دیگر سلاح ہفت صد گرز زریں و سیمیں پیش اسپ او بردندے و شاعر دوستِ عظیم بود و استاد رشیدی۔ و امیر عمعق و نجیبی فرغانی و نجار

ساغرجی و علی پانیذی و پسر درغوش و پسر اسفرائینی و علی سپهری در خدمت او صلتہائے گران یافتند و تشریفہائے شگرف ستدند و امیر عمعق امیرالشعرا بود و از آن دولت حظی تمام گرفته و تجملے قوی یافته چون غلامان ترک و کنیزکان خوب و اسپان راہوار و ساختہائے زر و جامہائے فاخر و ناطق و صامت فراوان و در مجلس پادشاہ عظیم محترم بود و بضرورت دیگر شعرا را خدمت او ہمے بایست کردن و از استاد رشیدی ہمان طمع میداشت که از دیگران و وفا نمے شد۔ اگرچه رشیدی جوان بود اما عالم بود و دران صناعت مستثنی زینب ممدوحہ او بود و ہمگی حرم خضرخان در فرمان او بود و نزدیک پادشاہ قربتے تمام داشت۔ رشیدی را او بستودے و تقریر فضل او کردے تا کار رشیدی بالا گرفت و سیدالشعرائی یافت و پادشاہ را در وے اعتقادے پدید آمد و صلتہائے گران بخشید روزے در غیبت رشیدی از عمعق پرسید که شعر عبدالسید رشیدی را چون ہمے بینی۔ گفت شعرے بغایت نیک منقی و منقح اما قدرے نمکش در مے باید چون روزگارے برآمد که رشیدی در رسید و خدمت کرد و خواست که بنشیند پادشاہ او را پیش خواند و بتقریبے چنانکه عادت ملوک است گفت امیرالشعرا را پرسیدم که شعر رشیدی چون است گفت نیک است اما بے نمک است باید که درین معنی بیتے دو بگوئی۔ رشیدی خدمت کرد و بجائے خویش آمد و بنشست و بر بدیہہ این قطعہ بگفت۔

شعرہائے مرا بہ بے نمکی عیب کردی روا بود شاید

شعر من همچو شکر و شهد است — وندرین دو نمک نکو ناید
شلغم و باقلیست گفتهٔ تو — نمک ای قلتبان ترا باید

چون عرضه کرد پادشاه را عظیم خوش آمد۔ و در ماوراء النهر عادت و
رسم است که در مجالس پادشاه و دیگر مجالس زر و سیم در طبقها بنقل
بنهند و آن را سیم طاقا یا جفت خوانند و در مجلس خضر خان بخش (؟) را
چهار طبق زر سرخ بنهاده بودی و در هر یکی دویست و پنجاه دینار و آن
بمشت به بخشیدی این روز چهار طبق رشیدی را فرمود و شعر تمام
پدید آمد و معروف گشت زیرا که چنانکه ممدوح بشعر نیک شاعر
معروف شود و شاعر بصلهٔ گران پادشاه معروف شود که این دو معنی
متلازمان اند۔

حکایت

استاد ابو القاسم فردوسی از دهاقین طوس بود از دیهی که آن دیه را
باژ خوانند و از ناحیت طبرستان است بزرگ دیهی است و از وی
هزار مرد بیرون آید۔ فردوسی در آن دیه شوکتی تمام داشت چنانکه بدخل
آن ضیاع از امثال خود بی نیاز بود و از عقب یک دختر بیش نداشت
شاهنامه بنظم همی کرد و همه امید او آن بود که از صلهٔ آن کتاب جهاز آن
دختر بسازد۔ بیست و پنج سال در آن کتاب مشغول شد که آن کتاب
تمام کرد و الحق هیچ باقی نگذاشت و سخن را با سمان علیین برد و در عذوبت

بماهیین رسانید و کدام طبع را قدرت آن باشد که سخن را بدین رتبه رساند
که او رسانیده است - در نامهٔ که زال همی نویسد بسام نریمان بمازندران
دران حال که با رودابه دختر شاه کابل پیوستگی خواست کرد -

یکی نامه فرمود نزدیک سام ۔ سراسر درود و نوید و خرام
نخست از جهان آفرین یاد کرد ۔ که هم داد فرمود و هم داد کرد
ازو باد بر سام نیرم درود ۔ خداوند شمشیر و گوپال و خود
چماننده چرمه هنگام گرد ۔ چراننده کرکس اندر نبرد
فزاینده باد آوردگاه ۔ فشاننده خون ز ابر سیاه
بمردی هنر در هنر ساخته ۔ سرش از هنر گردن افراخته

من در عجم سخنے بدین فصاحتے نه بینم و در بسیاری از سخن عرب
هیچ چون فردوسی که شاهنامه تمام کرد - نسّاخ او علی دیلم بود و راوی ابودلف
وشکر (؟) حیی قتیبه که عامل طوس بود بجاے فردوسی ایادی داشت
نام این هر سه بگوید -

ازین نامه از نامداران شهر ۔ علی دیلم و بودلف راست بهر
نیامد جز احسنت شان بهره ام ۔ بگفت اندر احسنتشان زهره ام
حیی قتیبه است از آزادگان ۔ که از من نخواهد سخن رایگان
نیم آگه از اصل و فرع خراج ۔ همی غلطم اندر میان دواج

حیی قتیبه عامل طوس بود این قدر او را واجب داشت و از دواج
فرونهاد لاجرم نام او تا قیامت بماند و پادشاهان همی خوانند پس

شاہنامہ علی دیلم و بہفت مجلد بنبشت و فردوسی بودلف را برگرفت و
روی بحضرت غزنین نہاد و بپایمردی خواجۂ بزرگ احمد حسن کاتب
عرضہ کرد و قبول افتاد و سلطان محمود از خواجہ منتہا داشت اما خواجۂ
بزرگ منازعان داشت کہ پیوستہ خاک تخلیط در قدح جاہ او ہمی
انداختند، محمود با آن جماعت تدبیر کرد کہ فردوسی را چہ دہیم گفتند
پنجاہ ہزار درم و این خود بسیار باشد کہ او مردے رافضی است
و معتزلی مذہب و این بیت بر اعتزال او دلیل کند کہ او گفت۔

بہ بینندگان آفرینندہ را ‌ ‌ ‌ نبینی مرنجان دو بینندہ را

و بر رفض او این بیتہا دلیل است کہ او گفت۔

خردمند گیتی چو دریا نہاد ‌ ‌ ‌ برانگیختہ موج ازو تند باد
چو ہفتاد کشتی درو ساختہ ‌ ‌ ‌ ہمہ بادبانہا برافراختہ
میانہ یکے خوب کشتی عروس ‌ ‌ ‌ برآراستہ ہمچو چشم خروس
پیمبر بدو اندرون با علی ‌ ‌ ‌ ہمہ اہل بیت نبی و وصی
اگر خلد خواہی بدیگر سرائے ‌ ‌ ‌ بنزد نبی و وصی گیر جائے
گرت زین بد آید گناہ من است ‌ ‌ ‌ چنین دان و این راہ راہ من است
برین زادم و ہم برین بگذرم ‌ ‌ ‌ یقین دان کہ خاک پئے حیدرم

و سلطان محمود مردے متعصب بود درو این تخلیط بگرفت و مسموع
افتاد۔ در جملہ بیست ہزار درم بفردوسی رسید بغایت رنجور شدہ
بگرمابہ رفت و برآمد فقاعے بخورد و آن سیم میان حمامی و فقاعی قسمت فرمود۔

سیاستِ محمود دانست بشب از غزنین برفت و بہری بدکان اسمعیل وراق
پدر ازرقی فرود آمد و شش ماہ در خانۂ او متواری بود تا طالبانِ محمود
بطوس رسیدند و باز گشتند۔ و چوں فردوسی ایمن شد از ہری روئے
بطوس نہاد و شاہنامہ برگرفت و بطبرستان شد بنزدیک سپہبد
شہریار کہ از آلِ باوند در طبرستان پادشاہ او بود و آں خاندانے است
بزرگ نسبت ایشان بیزدگرد شہریار پیوندد۔ پس محمود را ہجا کرد در دیباچہ
بیتے صد بر شہریار خواند۔ و گفت من این کتاب را از نام محمود با نام تو
خواہم کردن کہ این کتاب ہمہ اخبار و آثار جدانِ تست شہریار اُو را بنواخت
و نیکوئیہا فرمود و گفت یا استاد! محمود را بران داشتند و کتاب ترا
بشرطے عرضہ نکردند و ترا تخلیط کردند و دیگر تو مرد شیعی و ہر کہ تولی بخاندان
پیامبر کند اُو را دنیاوی ہیچ کارے نرود کہ ایشان را خود نرفتہ است
محمود خداوندگارِ من است تو شاہنامہ بنامِ اُو رہا کن و ہجو اُو بمن
دہ تا بشویم و ترا اندک چیزے بدہم محمود خود ترا خواند و رضائے تو
طلبد۔ و رنجِ چنین کتاب ضائع نماند و دیگر روز صد ہزار درم فرستاد
و گفت ہر بیتے بہزار درم خریدم آں صد بیت بمن دہ و با محمود
دل خوش کن۔ فردوسی آں بیتہا فرستاد بفرمود تا بشستند۔ فردوسی
نیز سواد بشست و آں ہجو مندرس گشت و از آں جملہ این شش بیت بماند

مرا غمز کردند کاں پُر سخن — بمہرِ نبی و علی شد کہن
اگر مہرِ شاں من حکایت کنم — چو محمود را صد حمایت کنم

پرستار زاده نیاید بکار — وگر چند باشد پدر شهریار
ازین در سخن چند رانم همی — چو دریا کرانه ندانم همی
به نیکی نبد شاه را دستگاه — وگرنه مرا برنشاندی بگاه
چو اندر تبارش بزرگی نبود — ندانست نام بزرگان شنود

الحق نیکو خدمتی کرد شهریار محمود را و محمود از او منتها داشت. در سنهٔ اربع عشره و خمسمایه بنیشابور شنیدم از امیر معزی که او گفت از امیر عبدالرزاق شنیدم بطوس که او گفت وقتی محمود بهندوستان بود و از آنجا باز گشته بود و روی بغزنین نهاده مگر در راه او متمردی بود و حصاری استوار داشت و دیگر روز محمود را منزل بر در حصار او بود. پیش او رسولی بفرستاد که فردا باید که پیش آئی و خدمتی بیاری و بارگاه ما را خدمت کنی و تشریف بپوشی و باز گردی. دیگر روز محمود برنشست و خواجه بزرگ بر دست راست او همی راند که فرستاده باز گشته بود و پیش سلطان همی آمد. سلطان با خواجه گفت چه جواب داده باشد. خواجه این بیت فردوسی بخواند۔

اگر جز بکام من آید جواب
من و گرز و میدان افراسیاب

محمود گفت این بیت کراست که مردی از وی همی زاید. گفت بیچاره ابوالقاسم فردوسی راست که بیست و پنج سال رنج برد و چنان کتابی تمام کرد و هیچ ثمره ندید. محمود گفت سره کردی که مرا از آن یاد آوردی که من از آن

پشیمان شده ام ازان آزاد مرد از من محروم ماند بغزنین مرا یاد ده تا او را
چیزے فرستم خواجه چون بغزنین آمد بر محمود یاد کرد سلطان گفت شصت
ہزار دینار ابوالقاسم فردوسی را بفرمای تا بنیل دهند و باشتر سلطانی بطوس
برند و ازو عذر خواهند خواجه سالها بود تا درین بند بود آخر آن کار را
چون زر بساخت و اشتر گسیل کرد و آن نیل بسلامت بشهر طبران رسید
از دروازهٔ رودبار اشتر در می شد و جنازهٔ فردوسی بدروازهٔ رزان
بیرون همی بردند در آن حال مذکرے بود در طبران تعصب کرد
گفت من رها نکنم تا جنازهٔ او در گورستان مسلمانان برند که او رافضی
بود و هر چند مردمان بگفتند با آن دانشمند درنگرفت درون دروازه باغے
بود ملک فردوسی او را در آن باغ دفن کردند امروز هم در آنجا است
و من در سنهٔ عشر و خمسمایه آن خاک را زیارت کردم گویند از فردوسی
دخترے ماند سخت بزرگوار صلهٔ سلطان خواستند که بدو سپارند
قبول نکرد و گفت بدان محتاج نیستم صاحب برید بحضرت بنوشت
و بر سلطان عرضه کردند مثال داد که آن دانشمند از طبران برود بدین
فضولی که کرده است و خانمان بگذارد و آن مال بخواجه ابوبکر اسحق
کرامی دهند تا رباط چاهه که بر سر راه نشابور و مرو است در حد طوس
عمارت کند چون مثال بطوس رسید فرمان را امتثال نمودند و عمارت
رباط چاهه از آن مال است

و من بنده را نظامی عروضی خوانند گفت تو هیچ یا ایشان امیر عمید
دانست که بد گفته است و پادشاه را متغیر دید گفت ای خداوند
آن هر دو نظامی بدند و سبک مجلسها را بعربده بر هم شورانند و بزیان
آرند. ملک بر سبیل طیبت گفت باش تا این را ببینی که هیچ قدح
سیکی نخورده و مجلس را بر هم زند اما این هر سه نظامی شاعرتر کیست
امیر عمید گفت من آن دو را دیده ام منیعی المعروف نشناسم اما این را
دیده ام و شعر او نشنیده ام اگر درین معنی که برفت دو بیت بگوید
و من طبع او ببینم و شعر او بشنوم بگویم که کدام بهتر است این هر سه
ملک روی سوی من کرد و گفت هان ای نظامی تا ما را خجل نکنی
و چون گوئی چنان گوی که امیر عمید خواهد اندران وقت مرا در خدمت
پادشاه طبعی بود فیاض و خاطری وهاج و اکرام و انعام آن
پادشاه مرا بدان انجا رسانیده بود که بدیهه من رویت گشته بود
قلم برگرفتم و تا دو بار دور درگذشت این پنج بیت بگفتم

در جهان سه نظامیم ای شاه — که جهانی ز ما بافغانند
من بورشاد پیش تخت شهم — وآن دو در مرو پیش سلطانند
بحقیقت که در سخن امروز — هر یکی مفخر خراسانند
گرچه همچون روان سخن گویند — ورچه همچون خرد سخن دانند
من شرابم که شان چو دریابم — هر دو از کار خود فرومانند

چون این بیتها عرض کردم امیر عمید صفی الدین خدمت کرد و گفت

اے پادشاہ نظامیان را بگذار من از جملہ شعراء ماوراء النہر و خراسان
و عراق ہیچکس را طبع آں نشناسم کہ بر ارتجال چنیں پنج بیت تواند
گفت خاصہ بدیں متانت و جزالت و عذوبت مقرون بالفاظ عذب
مشحون بمعانی بکر شاد باش اے نظامی ترا بر بسیط زمین نظیر نیست
اے خداوند پادشاہ طبعے لطیف دارد و خاطرے قوی و فضلے تمام
و اقبال پادشاہ و دقت و ہمت او رضیها اللہ در افزودہ است
نادرہ گردد و اتریں کہ پادشاہ شدہ کہ جوان است و روز افزون روئے
پادشاہ عظیم برافروخت و بشاشتے در طبع لطیف او پدید آمد مرا
تحسین کرد و گفت بکان سرب ورشاد از ابتدا تا ایجا گوسفند کشان
بشود و ہر چہ بفرست چنان کہ چہار اسحق یہودی را الفرستادہم
در تمیز تابستان بود و وقت کار و کوہستان با اسمے گرد اختند زیادت
پنجاہ روز و چہار ہزار من سرب از ان خمس بدین دعا گوے رسید
یا کشتاو پادشاہ در حق من بندہ یکے ہزار شد ایزد تبارک و تعالی آں
خاک پاک عزیز او را بشمع رضا منور کناد و جان شریف او را بجتمع نفحات مسرور
بمنہ و کرمہ

مقاله سوم

در علم نجوم و ضروریات منجم و در آن علم

ابو ریحان بیرونی در کتاب التفهیم فی صناعة التنجیم باب اوّل
بگوید که مرد نام منجمی را سزاوار نشود تا چهار علم را نورزد اوّل آنکه باشد
یکی هندسه و دوم حساب سوم هیئات چهارم احکام. اما هندسه صناعتی
است که اندرو شناخته شود حال اوضاع خطوط و اشکال سطوح
و مجسمات و آن نسبتها که مقادیر راست به آنچه او مقادیر است
و آن نسبتی که هر آنرا است به آنچه او را اوضاع است و اشکال و مثل
است به اصول او کتاب اقلیدس نجار که ثابت بن قره درستی
کرده است. اما حساب صناعتی است که اندرو شناخته شود
حال انواع اعداد و خاصیت هر نوعی اندر نفس خویش و حال نسبت
اعداد یک دیگر و تولید ایشان از یک دیگر و فروع او چون تضعیف
و تنصیف و ضرب و قسمت و جمع و تفریق و جبر و مقابله و مثل است
اصول او را کتاب الشاطبی و فروع او را التکملة ابو منصور بغدادی
با صد باب سجزی. اما علم هیئات (علمی است) که شناخته شود
اندرو حال اجزاء عالم العلوی و سفلی و اشکال و اوضاع ایشان

ونسبت ایشان با یکدیگر و مقادیر و ابعادے که میان ایشان است
و حال آں حرکات که هر کوکب راست و افلاک را و تعدیل کردها و
قطعهائے دائرها کرد که بدو ایں حرکات تمام شود و مشتمل است
برایں علم را کتاب مجسطی و بهترین تفسیرها و بهترین شرحهائے او
تفسیر تبریزی است مجسطی شفا اما فروع ایں علم علم زیجها است
و علم تقاویم اما علم احکام از فروع علم طبیعی است و تا هیئت و تخمین از
معلوم نه و استدلال است از اشکال کواکب بقیاس ایشان با یکدیگر
و بقیاس با برج و بر بروج بر فیضان آں قواے که حرکات ایشان در آفاق
شود از احوال ادوار عالم و بناء و عالم و بلدان و موالید و تحاویل
و تسییر و اختیارات و مسائل و مشتمل است بر آنچه بر شمرده علم و تصانیف
ابو معشر بلخی و احمد عبد الجلیل سنجری و ابو ریحان بیرونی و کوشیار جیلی
پس منجم باید که مردے بود زکی النفس زکی الخلق رضی الخلق و گوئی متهم
و جنون و کهانت از شرائط ایں باب است و از لوازم ایں صناعت
رو، منجم که احکام خواهد گفت، باید که سهم الغیب در طالع وارد
یا بجائے نیکا از طالع و خداوندنا ثم سهم الغیب مسعود و در موضع
محمود، تا آنچه گوید از احکام بصواب نزدیک باشد و از شرائط
منجم یکے آنست که مجمل الاصول کوشیار یاد دارد و کتاب مختصر بیسته
مدخل او میکند و قانون مسعودی و جامع شاهی مے نگرد تا معلومات و محفوظات
او تازه ماند

حکایت

یعقوب بن اسحق کندی یهودی بود اما فیلسوف زمانهٔ خویش بود و حکیم
روزگار خود بخدمت مامون اورا قربتی بود و روزی پیش مامون در آمد
در زبر دست یکی از ائمهٔ اسلام نشست آن امام گفت
تو مردی ذمی باشی چرا بر زبر ائمهٔ اسلام نشینی یعقوب جواب داد که
از بهر آنکه آنچه تو دانی من دانم و آنچه من دانم تو ندانی آن امام
اورا بنجوم شناخت و از دیگر علمش خبر نداشت گفت بر پارهٔ کاغذ چیزی
نویسم اگر تو بیرون آری که چه نبشته‌ام ترا مسلّم دارم پس گرو بستند از
امام ردائی و از یعقوب اسحق استری و ساختی که هزار دینار ارزیدی
و بر در سرای ایستاده بود پس دوات خواست و بر پارهٔ کاغذ بنوشت
چیزی و در زیر نهالی خلیفه نهاد و گفت بیار یعقوب اسحق تختهٔ خاک
خواست و برخاست و ارتفاع بگرفت و طالع درست کرد و زایچه
پیش تخته نهاد و کواکب را تقویم کرد و در بروج ثابت کرد
و شرائط حجی و خبیری بجای آورد و گفت یا امیر المومنین بر آن کاغذ
چیزی نبشته است که آن چیزی اوّل نبات بوده است و آخر حیوان
شده مامون دست در زیر نهالی کرد و آن کاغذ برگرفت و بیرون آورد
آن امام نوشته بود بر آنجا که عصای موسی مامون تعجب کرد و آن
امام شگفتیها نمود پس ردای او بستد و دو نیمه کرد پیش مامون و گفت

و بود تا به گفتم این سخن در بغداد فاش گشت و از بغداد به عراق و خراسان
سرایت کرد و منتشر گشت. فقیهی از فقهای بلخ از آنجا که تعصب
دانشمندان بود کار دین برگرفت و در میان کتابی تیغی نهاد که به بغداد
رود و به در سرای یعقوب اسحق کندی شود و نجوم آغاز کند و فرصت جوید و بر
وی ناگاه حمله کند و او را بکشد بدین نیت منزل به منزل همی شد تا به بغداد
رسید و به گرمابه رفت و بیرون آمد و جامه پاکیزه درپوشید و آن کتاب
در آستین نهاد و روی به سرای یعقوب اسحق آورد چون به در سرای
رسید مرکبهای بسیار دید با ساخت زر ایستاده بسیار از آن بنی
هاشم و چه از معارف و بزرگان بغداد. پرسید و اندر شد و
در حلقه پیش یعقوب در رفت و ثنا گفت و گفت می‌خواهم از علم نجوم
بر مولانا چیزی خوانم. یعقوب گفت تو از جانب مشرق به کشتن من آمده‌ای نه
به علم نجوم خواندن ولیکن از آن پشیمان شوی و نجوم خوانی و در آن علم
به کمال رسی و در امت محمد علیه السلام از منجمان بزرگ یکی تو باشی. آن همه
بزرگان که نشسته بودند از آن سخن عجب داشتند و ابو معشر مقر آمد
و کارد از میان کتاب بیرون آورد و بشکست و بینداخت و زانو خم
داد و پانزده سال تعلم کرد تا در علم نجوم رسید بدان درجه که رسید

حکایت

آورده‌اند که یمین الدوله سلطان محمود بن ناصرالدین به شهر غزنین

بنا است که خرگاهی چهار دری نشسته بود به باغ هزار درخت، روی به ابوریحان
کرد و گفت من ازین چهار در از کدام در بیرون خواهم رفت، حکم کن و اختیار
آن بر پاره کاغذی بنویس و در زیر نهالی من نه، و این هر چهار در ره گذر داشت
ابوریحان اسطرلاب خواست و ارتفاع بگرفت و طالع درست کرد
و ساعتی اندیشه کرد و بر پاره کاغذ بنوشت و در زیر نهالی نهاد
محمود گفت حکم کردی؟ گفت کردم، محمود بفرمود تا کلند و تیشه و بیل
آوردند بر دیوارے که جانب مشرق است درے بکندند
و ازان در بیرون رفت و گفت آن کاغذ پاره بیاورند، ابوریحان بر وے
نوشته بود که ازین چهار در هیچ بیرون نشود، بر دیوار مشرق درے کنند
و ازان در بیرون شود، محمود چون بخواند طیره گشت، گفت او را به میان
سرائے فرود اندازند، چنان کردند، مگر بام میانگین دامے بسته بود
ابوریحان بر آن دام آمد و دام بدرید و آهسته بر زمین فرود آمد چنانکه
بیشتر افگاری نرسید، محمود گفت او را برآرید، برآوردند، گفت یا ابوریحان
ازین حال باخبر نبودی؟ گفت ای خداوند دانسته بودم، گفت
دلیل کو؟ غلام را آواز داد و تقویم از غلام بستد و تحویل خویش از میان
تقویم بیرون کرد و در احکام آن روز نوشته بود که مرا از جائے بلند
بیندازند لیکن بسلامت بزمین آیم و تندرست برخیزم، این سخن
نیز موافق رائے محمود نیامد، طیره‌تر گشت، گفت او را بقلعه برید و باز
دارید، او را بقلعه غزنین بازداشتند و شش ماه دران حبس بماند۔

پس سهم السعادة و سهم الغیب بدین علت هر دو بر درجهٔ طالع افتاده
بودند و چون سن او به پانزده کشید او را علم نجوم بیاموختم و در ان
باره چنان شد که سوالهای مشکل ازین علم جواب همی گفت و احکام او
بصواب نزدیک همی آمد و مخدرات روی بوی نهادند و سوال
همی کردند هر چه گفت بیشتر با قضا برابر افتاد تا یک روز پیرزنی
پیش او آمد و گفت پسری از آن من چهار سال است تا بسفر است و از وی
هیچ خبر ندارم نه از حیات و نه از ممات، بنگر تا از زندگان است
یا از مردگان آنجا که هست مرا از حال او آگاه کن، منجم برخاست
و ارتفاع بگرفت و درجهٔ طالع درست و زایچه برکشید و کواکب ثابت کرد
و نخستین سخن این بگفت که پسر تو باز آمد، پیرزن طیره شد و گفت
ای فرزند آمدن او را امید ندارم همین قدر بگوی که زنده است
یا مرده، گفت میگویم که پسرت آمد برو اگر نیامده باشد باز آی تا بگویم
که چون است، پیرزن بخانه شد پسر آمده بود بار از دراز گوش فرو
می گرفتند پسر را در کنار گرفت و دو مقنعه برگرفت و نزدیک او آورد
و گفت راست گفتی پسر من آمد و با هدیه دعا نیکو کرد و آن شب
چون بخانه رسیدم و این خبر بشنیدم از وی سوال کردم که بچه دلیل گفتی
و از کدام خانه حکم کردی گفت بدین جا نرسیده بودم تا چون صورت طالع
تمام کردم مگسی در آمد و بر حرف درجهٔ طالع نشست بدین علت
بر باطن من چنان روشن شد که این پسر رسید و چون بگفتم مادر او

داودی مضایقت همی کرد که او را چرا استخراج همی نتوانستم دانست که امیرداد
بدانسته بود پیوسته داودی را با او در این سخن و آن هر دو سال ان
درست او در ماند. بود و انجا در دنیا نکو محمود داودی هیچ اشکالی
نبود و این فصل بدان آوردم تا پادشاه را معلوم باشد که در احکام نجوم
جنون و عقه از شرایط آن باب است.

حکایت

حکیم موصلی از طبقهٔ منجمان بود در نشابور و خدمت خواجهٔ بزرگ نظام الملک
طوسی کردی و در مهمات خواجه او مشورت کردی و رای و تدبیر از او
خواستی. موصلی را چون سال برآمد و فتور قوی ظاهر شدن گرفت و
استرخا در بدن پدید آمد و نیز سفرهای دراز نتوانست کرد از خواجه
استعفا خواست تا بنشابور شود و بنشیند و هر سالی تقویم و تحویل
همی فرستد و خواجه در دامن عمر بقایای زندگانی بود گفت تفسیر
بران و بنگر که انحلال طبیعت من کی خواهد بود و آن قضاء لابد و حکم لازم
در کدام تاریخ نزول خواهد کرد. حکیم موصلی گفت بعد از وفات من
بشش ماه خواجه اسباب ترفیه او بفرمود و موصلی بنشابور شد و مرفه
بنشست و هر سال تقویم و تحویل همی فرستاد اما هرگاه که کسی از نشابور
بخواجه رسیدی نخست این پرسیدی که موصلی چون است تا خبر
سلامت و حیات او همی یافت خوش طبع و خوش دل همی بود تا در سنه

خمس و ثمانین و اربعمائه آینده از نشابور در رسید خواجه از موصلی بپرسید آنکس
خدمت کرد و گفت صدر اسلام وارث اعمار باد موصلی کالبد خالی کرد گفت
کی گذشت گفت بهمین ماه ربیع الاول جان بصدر اسلام داد خواجه عظیم رنجیده دل شد
و بیدار گشت و بکار خود باز نگریست و اوقات را سجل کرد و ادرارات را
توقیع کرد و وصیت نامه بنوشت و بندگانی که دل فارغ حاصل کرده بودند
آزاد کرد و قرضها که داشت بگزارد و آنجا که وسعش رسید خوشنود کرد
و خصمان را بحل خواست و کار را منتظر بنشست تا که رمضان اندر آمد
ببغداد بدست آن جماعت شهید شد انار الله برهانه و وسع علیه
رضوانه اما چون طالع طالع مولود صدری و کدخدائی و هیلاج درست بود
و منجم حاذق و فاضل آن حکم بر آینه راست آمد و هو اعلم۔

حکایت

در سنه ست و خمسمائه بشهر بلخ در کوی برده فروشان در سرای امیر ابوسعد
جره خواجه امام عمر خیامی و خواجه امام مظفر اسفزاری نزول کرده بودند
و من بدان خدمت پیوسته بودم در میان مجلس عشرت از حجة الحق
عمر شنیدم که او گفت گور من در موضعی باشد که هر بهاری شمال بر من
گل افشان میکند مرا این سخن مستحیل نمود و دانستم که چنو کسی گزاف نگوید
چون در سنه ثلثین به نشابور رسیدم چهار چندین سال بود تا آن
بزرگ روی در نقاب خاک کشیده بود و عالم سفلی از وی یتیم مانده و

او را بر من حق استادی بود. آدینه بزیارت او رفتم و یکی را با خود ببردم که
خاک او را بمن نماید. مرا بگورستان حیره بیرون آورد و بدست چپ گشتیم
در پایین دیوار باغی خاک او دیدم نهاده و درختان امرود و زردآلو
سر از آن باغ بیرون کرده و چندان برگ شکوفه بر خاک او ریخته بود که
خاک او در زیر گل پنهان شده بود و مرا یاد آمد آن حکایت که بشهر بلخ از او
شنیده بودم. گریه بر من افتاد که در بسیط عالم و اقطار ربع مسکون او را
هیچ جای نظیری نمی دیدم. ایزد تبارک و تعالی جای او در جنان
کناد بمنه و کرمه.

حکایت

اگرچه حکم حجة الحق عمر دیده بودم اما ندیدم او را در احکام نجوم هیچ اعتقادی
و از بزرگان هیچ کس ندیدم و نشنیدم که در احکام اعتقادی داشت. در
زمستان سنه ثمان و خمسمایة بشهر مرو سلطان کس فرستاد بخواجه بزرگ
صدرالدین محمد بن المظفر رحمة الله که خواجه امام عمر را بگوی تا اختیار
کند که بشکار رویم که اندر آن چند روز برف و باران نیاید و خواجه
امام عمر در صحبت خواجه بود و در سرای او فرود آمدی. خواجه کس
فرستاد و او را بخواند و ماجرا با وی بگفت. برفت و دو روز در آن کرد و اختیاری
نیکو کرد و خود برفت و باختیار سلطان را برنشاند و چون سلطان برنشست
و یک بانگ زمین برفت ابر در کشید و باد برخاست و برف و دمه

در استوا و شمارها کردند سلطان خواست که بازگردد خواجه امام گفت
پادشاه دل فارغ دارد که همین ساعت ابر باز شود و درین پنج روز
هیچ نم نباشد، سلطان براند و ابر باز شد و دران پنج روز هیچ نم نبود
و کس ابر ندید. احکام نجوم اگرچه صنعتی معروف است اعتماد را
نشاید و باید که منجمان را اعتماد و وثوقی نکنند و هر حکم که کنند حواله
با قضا کنند

حکایت

بر پادشاه واجب است که هر چاکر و ندیم و خدمتکار که دارد و او را
بیازماید اگر شرع را معتقد بود و به فرایض و سنن آن قیام کند و اقبال
نماید او را عزیز و محترم گرداند و اعتماد کند. و اگر برخلاف این بود او را
مهجور گرداند و حواشی مجلس خود را از سایه او محفوظ دارد که هر که در دین
خدای عز و جل و شریعت محمد مصطفی صلعم اعتقاد ندارد و او را هیچ
اعتقاد نبود و شوم باشد بر خویشتن و مخدوم. در اوایل ملک سلطان
غیاث الدنیا والدین محمد بن ملک شاه قسیم امیر المومنین انار الله برهانه
ملک عرب صدقه عصیان آورد و گردن از ربقه طاعت بکشید و
با پنجاه هزار مرد عرب از حله به بغداد شد و امیر المومنین المستظهر بالله
نامه در نامه و پیک در پیک روان کرده بود با صفهان و سلطان را
همی خواند و سلطان از منجمان اختیار همی خواست و هیچ اختیاری

نبود و صاحب طالع سلطان راجح بود. گفتند ای خداوندا اختیاری
نمی باهم گفتند بجهد و تشدید کرد و دلتنگی نمود. منجمان بگریختند. غزنوی
بود که در کوی کنبادو کلیچه داشت و فال گوئی کردی و زنان بر او شدندی
و تعویذ و مستی نوشتی علم او غوری نداشت. به آخر یکی از غلامان آن سلطان
خویش را پیش سلطان انداخت و گفت که من اختیاری بکنم بدان اختیار
برو اگر مظفر نشوی مرا گردن بزن. حالی سلطان خوش دل گشت و با اختیار او
برنشست و دویست دینار نشابوری بوی داد و برفت و با صدقه مصاف
کرد و لشکر را بشکست و صدقه را بگرفت و بکشت و چون مظفر و منصور
باصفهان باز آمد، فال گوی را بنواخت و تشریف گران داد و قریب
گردانید و منجمان را بخواند و گفت شما را اختیار نکردید. این غزنوی
اختیاری کرد و برفتیم و خدای عزوجل راست آورد. چرا چنین
کردید همانا صدقه شما را رشوتی فرستاده بود که اختیاری نکنید
همه در خاک افتادند و بنالیدند و گفتند بدان اختیار هیچ منجم راضی نبود
و اگر خواهند بنویسند و بخراسان فرستند تا خواجه امام عمر خیامی چه گوید. سلطان
دانست که آن بیچارگان راست میگویند. از ندمای خویش فاضلی را
بخواند و گفت فردا بخانه خویش شراب خور و منجم غزنوی را بخوان و او را
شراب ده و در غایت مستی از وی بپرس که این اختیار که تو کردی نیکو نبود
و منجمان آنرا عیبها میکنند. سر این مرا بگوی. آن ندیم همچنان کرد
مستی اندر وی پرسید. غزنوی گفت من دانستم که از دو بیرون نباشد یا

آں لشکر شکستہ شود یا ایں شود، اگر آں لشکر شکستہ شود تشریف بیاریم و اگر
ایں لشکر شکستہ شود کہ ہمیں پرواز واپس دیگر روز نیاییم با سلطان۔ بگفت
سلطان بفرمود تا کاہن غزنوی را اخراج کردند و گفت ایں چنیں کس کہ او را
در حق مسلماناں ایں اعتقاد باشد شوم باشد و منجمان خویش را بخواند و بر ایشاں
اعتماد کرد و گفت من خود آں کاہن را دشمن داشتم کہ یک نماز نکردے
و ہر کہ شرع را نشاید مارا ہم نشاید۔

حکایت

در شہور سنہ سبع و اربعین و خمسمایۃ میان سلطان عالم سنجر بن ملک شاہ
و خداوند سلطان علاء الدنیا والدین مصاف افتاد و پدر او در مصاف غور
شکستہ شد و خداوند سلطان مشرق خلد اللہ ملکہ گرفتار گشت و خداوند زادہ
ملک عالم عادل شمس الدولۃ والدین محمد بن مسعود گرفتار شد بدست امیر
اسفہسالار (برادر قش بیریو بود) پنجاہ ہزار دینار قرار افتاد کہ برای حضرت
بامیان رود و تخفیف آں مال کند و چوں مالی بہری رسد آں خداوند
زادہ را اطلاق کنند و از جانب سلطان عالم او خود مطلق بود و بوقت
حرکت کردن از ہری تشریف نامزد کردہ بود من بندہ دریں حال بدان
خدمت رسیدم روزے در غایت دلتنگی بہ بندہ اشارت فرمود کہ
آخر ایں کشایش کے خواہد بود و ایں حمل کے برسد، آں روز بیلہا اشتباہ
ارتفاع گرفتم، طالع بر کشیدم و مجموع بجائے آوردم مسعود نہ دیدم آں

هوای را دلیل گشایش بود و دیگر روز بیامدم و گفتم فرو انماند پیشین کس
رسید آن پادشاه زاده هم روز در این اندیشه بود و دیگر روز بخدمت رفتم
گفت امروز وعده است گفتم آری تا نماز پیشین هم در آن خدمت
باشیدم چون بانگ نماز برآمد از سر غیرت گفت دیدی که نماز
پیشین رسید و خبر نرسید آن پادشاه زاده در این بود که قاصدی
در رسید و مژده بشارت داد و گفت آورد تا پنجاه هزار دینار و گوسفند
و خبر رسید که در ماه عزالدین محمود هاشمی که خداوند زاده حسام الدوله
والدین صاحب عمل است و دیگر روز خداوند زاده شمس الدوله والدین
خلعت سلطان عالم پوشید سلطان شاه برده و نیز ملک روی بمقر
خویش نهاد و هر دو را بر پادشاهست و مرتبه پادشاهی یافت و در این شبها
بود که بنده را بنواخت و گفت تقاضای یاد داری که هر دو آن حکم کردی و چنان
بود است پادشاه بوده گفتم که آن قدر نبود آنچه از بنده گفتم آنچه از دوام
زایجه است اما دولت این دو پادشاه زاده را گفت بیشتر بیاید آرد آن تا نبین
باز در آن سال باز گفتم تقریر کردم ایزد تبارک و تعالی هر روز این
دولت این پادشاه زاده این دو خداوند زاده را بخداوندی ملک معظم
ارزانی دارا و بهشت گفت —

مقالهٔ چهارم

در علم طب و هدایت طبیب

طب صناعتی است که بدان صناعت صحت در بدن انسان
نگاه دارند و چون زائل شود باز آرند و بیارایند او را بدرازی موی
و پاکی روی و خوشبوی و گشادگی اما طبیب باید که رقیق الخلق
حکیم النفس جید الحدس باشد و حدس حرکتی باشد که نفس را بود در آراء صائبه
یعنی که سرعت انتقالی بود از معلوم بمجهول و هر طبیب که شرف نفس
انسان نشناسد رقیق الخلق نبود و تا منطق نداند حکیم النفس نبود و تا مؤید
نبود بتایید الهی جید الحدس نبود و هر که جید الحدس نبود بمعرفت علت نرسد
زیرا که دلیل از نبض باید گرفت و نبض را حرکت انقباض و
انبساط است و سکونی که میان این دو حرکت افتد و میان اطباء
خلاف است گروهی گفته‌اند که حرکت انقباض را حس نشاید
یافتن اما افضل المتأخرین ابو علی الحسین بن عبدالله بن سینا در کتاب
قانون میگوید که حرکت انقباض را در توان یافتن بدشواری اندر
تنهاء کم گوشت و نبض ده جنس است و هر یکی اند منقسم
شود بسه نوع دو طرفین او و یکی اعتدال او و تا تایید الهی با صواب

او همراه نبود و فکرت مصیب نتواند بود و تفسره را نیز همچنان
الوان و رسوب او نگاه داشتن و از هر لونے بر حالتے دلیل گرفتن
نه کارے خرد است این همه دلائل بتائید الٰهی و هدایت پادشاهی
مفتقر اند و این معنے است که ما او را بعبارات جلیس یاد کرده ایم
و تا طبیب منطق نداند و جنس نه و نوع نشناسد و میان فصل و خاصه
و عرض فرق نتواند کرد و علت نشناسد و چون علت نشناسد در علاج
مصیب نتواند بود و ما اینجا مختصر بگوئیم تا معلوم شود که جنس است که
همه گونه مرض جنس آمد و تپ و صداع و زکام و سرسام و حصبه و یرقان
نوع و هر یکے بفصلے از یکدیگر جدا شوند و این هر یکے باز جنس شوند
مثلاً تپ جنس است و حمی یوم و غب و شطر الغب و ربع انواع و هر یکے
بفصلے ذاتی از یک دیگر جدا شوند چنانکه حمی یوم جدا شود از دیگر تپها بدانکه
دراز ترین مدت او یک شبان روز بود و در تکسیر و گرانی و کاهلی و درد و نشان
و تپ مطبقه جدا شود از دیگر تپها بانکه چون بگیرد تا چند روز باز نشود و تپ
غب جدا شود از دیگر تپها بدانکه روزے بیاید و دیگر روز نیاید و تپ
شطر الغب جدا شود از دیگر تپها بدانکه یک روز سخت تر آید و دیگر
کمتر باشد و یک روز آهسته تر آید و در نخستین دراز تر بود و تپ ربع
جدا شود از دیگر تپها بدانکه روزے بیاید و دیگر روز نیاید و سوم نیاید
و چهارم بیاید و این هر یکے باز جنس شوند ایشان را انواع پدید آید
چون طبیب منطق داند و حاذق باشد و بداند که اصل تپها است

و مادۂ آں تپ چیست مرکب است یا مفرد و بمعالجت مشغول شود
و اگر در شناختن علت در ماند بخدائے عز و جل باز گردد از و استعانت
خواہد و اگر در علاج فرو ماند ہم بخدائے باز گردد از و مدد خواہد کہ بازگشت
ہمہ بدو ست ۔

حکایت

در سنہ اثنی عشرۃ و خمسمایۃ در بازارِ عطاراں نشابور بدکانِ محمد منجم طبیب
از خواجہ امام ابوبکر دقاق شنیدم کہ او گفت در سنہ اثنین و خمسمایۃ
یکے از شاہیر نشابور را قولنج بگرفت و مرا بخواند و بدیدم و بمعالجت مشغول
شدم و آنچہ دریں باب فراز آمد بجائے آوردم البتہ شفا روئے نمود
و سوم روز بر آں باز آمد نماز شام باز گشتم تا امید بر آنکہ شب بیمار
در گذرد و دریں رنج بخفتم صبحدم بیدار گشتم و شکسته خاطر بودم کہ در
گذشتہ بود ۔ بیامد برنشستم و دستے بالاں بجانب آوردم و نیو شہ
کردم ہیچ آوازے نشنیدم کہ بر گذشتن او دلیل بودے سورۂ
فاتحہ بخواندم و از آں جانب بدمیدم و گفتم الٰہی و سیدی و مولای
تو گفتۂ در کلام مجید و کتاب محکم و ننزل من القرآن ما ھو
شفاء و رحمۃ للمومنین و تحسرے خوردم کہ جوان بود و منعم
و متنعم و کامرانے تمام داشت بیں وضو ساختم و بمصلے شدم
و سنت بگذاردم یکے در سرائے بزد و نگاہ کردم کس او بود

یادگار سید اسمعیل جرجانی زیراکه بر حافظه اعتمادی نیست که در آخر
موخر واقع باشد که دیرتر در عمل آید این مکتوب او را معین باشد۔ پس
هر پادشاه که طبیب اختیار کند این شرائط که شمردیم باید که اندر یافته باشد
که نه این سهل کاریست جان و عمر خویش بدست هر جاهل دادن و تدبیر
جان خود در کنار هر غافل نهادن۔

حکایت

بختیشوع یکی از نصارای بغداد بود طبیبی حاذق و مشفقی صادق بود
و مرتب بخدمت مامون مگر از بنی هاشم از اقربای مامون یکی را اسهال افتاد
مامون را بدان غریب دلبستگی تمام بود بختیشوع را بفرستاد تا
معالجت او بکند او بر پایش نشست و جان بر میان بست از جهت
مامون و با انواع معالجت کرد هیچ سود نداشت و از انواع معالجت
آنچه یاد داشت بکرد البته فایده نکرد و کار از دست بشد و از
مامون خجل بود و مامون بجای آورد که بختیشوع خجل همی باشد گفت
یا بختیشوع خجل مباش تو جهد خویش و بندگی خویش بجای آوردی لکن
خدای عزوجل نمی خواهد بقضا رضا ده که ما دادیم بختیشوع چون مامون را
مایوس دید گفت یک معالجت دیگر مانده است باقبال امیرالمومنین اگر
چه مخاطره است اما امید که باری تعالی راست آرد و بیمار در دل
بیچاره و شکسته بار گشت پس مسهل بساخت و به بیمار داد

آن روز که مسهل خورد زیادت شد، دیگر روز باز ایستاد و اطبّا عادو
سوال کردند که این چه مخاطره بود که تو کردی؟ جواب داد که مادّهٔ
این اسهال از دماغ بود و تا از دماغ فرو نیاید این اسهال
منقطع نگشتے و من ترسیدم که اگر مسهل ندهم نباید که قوت با اسهال
وفا نکند چون دل بر مرگ نهادند گفتم آخر در مسهل امید است و در نادادن
هیچ امید نه، بدادم و توکل بر خدائے کردم که او توانا است باری تعالی
توفیق داد و نیکو شد و قیاس درست آمد زیرا که در مسهل نادادن مرگ
متوقع بود و در مسهل دادن مرگ و زندگانی هر دو متوقع بود، مسهل
دادن اولے تر دیدم۔

حکایت

شیخ رئیس حجة الحق ابو علی سینا حکایت کرد اندر کتاب مبدء و معاد
در آخر فصل امکان وجود امور نادرة عن هذه النفس همے گوید که من شنیده
و شنوده ام که طبیبے در حضرت یکے از ملوک سامان در قبول آمد تا بجائے
رسید که در حرم شدے و نبض محرمات و مخدرات بگرفتے روزے
با ملک در حرم نشسته بود بجائیکه ممکن نبود که هیچ نرینه آنجا رسیدے
ملک طعام خورده خواست کنیزکان طعام آوردند کنیزکے خوانسالار بود
خوان از سر گرفته و دو تا شد و بر زمین نهاد خواست که راست شود
نتوانست شاه چنان بماند طبیب را نگاه کرد فی الحال او را حادثا

شاید که روے بطبیب کرد که در حال اورا معالجت باید کرد و بهود که تا قصد
و اینجا تدبیر طبیعی را هیچ وجه نبود و مجالے نداشت تا به سبب دوری
ادویه دوم که بتدبیر نفسانی کرد و بفرمود تا مقنعه از سر وے فرو
کشیدند و موئے او برهنه کردند تا شرم دارد و حرکتے کند و اورا آن
حالت منکر آید که جامع سروشے او برهنه باشد تغیری گرفت و دست
تشنج را ازان بدو بفرمود تا خلوارش فرو کشیدند بشرم داشت و
حرارتے در باطن او حادث شد چنانچه آن ریح غلیظ را تحلیل کرد و او
راست ایستاد و مستقیم و سلیم باز گشت اگر طبیب حکیم و قادر نبودے
او را این استنباط نبودے و این معالجت ماهر آمدے و چون با برون شدے
از چشم پادشاه بنهادے پس معرفت اشیاء طبیعی و تصور وجود
طبیعی ازین باب است والله اعلم

حکایت

یکے از ملوک آل سامان امیر منصور بن نوح بن نصر را عارضه افتاد که
مزمن گشت و برجاے بماند اطبا در آن معالجت عاجز آمدند امیر منصور
کس فرستاد و محمد بن زکریا رازی را بخواند پیش معالجت او بیاید تا [illegible]
[illegible] بکنار جیحون رسید [illegible] گفت من در کشتی ننشینم
قال الله تعالی ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکه [illegible]
[illegible] که خویشتن را بدست خویشتن در تهلکه افگند [illegible] تا که

از حکمت نباشد با اختیار در چنین مهلکه نشستن و تا کس امیر ببخارا رفت
و باز آمد او کتاب منصوری تصنیف کرد و بدست آن کس بفرستاد و گفت
من این کتابم و از این کتاب مقصود تو حاصل است بمن حاجت نیست
چون کتاب بامیر رسید برنجور شد پس هزار دینار بفرستاد و اسب خاص
با ساخت و گفت همه رفقی بکنید اگر سود ندارد دست و پای او ببندید و در
کشتی نشانید و بگذرانید چنان کردند و خواهش بسیار کردند درنگرفت دست و پای
او ببستند و در کشتی نشاندند و بگذرانیدند و آنگه دست و پای او باز کردند
و جنیبت با ساخته در پیش کشیدند و او خوش طبع پای در اسب آورد
و روی به بخارا نهاد و سوال کردند که ما ترسیدیم که چون از آب بگذریم و ترا
بگذرانیم با ما خصومت کنی نکردی ترا ضجر و تنگدل ندیدیم گفت من
واقفم که در سالی بیست هزار کس از جیحون بگذرند و غرق نشوند و من هم
نشوم و لیکن ممکن است که شوم و چون غرق شوم تا روز قیامت گویند
ابلهی بود محمد زکریا که باختیار در کشتی نشست تا غرق شد و از جمله
ملامتیان باشم نه از جمله معذوران چون به بخارا رسید امیر درآمد و یکدیگر را بدیدند
و معالجت آغاز کرد و جهد بذل کرد هیچ راحتی پدید نیامد و علت
پیش امیر آمد و گفت فردا معالجتی دیگر خواهم کرد - اما در این معالجت
فلان اسب و فلان استر خرج شود و این دو مرکب معروف بودند
در دوندگی چنانکه بیکشب چهل فرسنگ برفتندی پس دیگر روز امیر را
بگرمابه جوی مولیان برد بیرون از سرای آن اسب و استر را ساخته

وتنگ کشیده بر دیگر مایه بداشتند وکار بداری غلام خویش را بفرمود واز
خدم وحشم هیچکس را اگر مایه فرو نگذاشت پس ملک در دیگ مایه بیاگین نشاند
وآب فاتر بروی بریخت شربتی که کرده بود چاشنی کرد وبدو داد تا بخورد
چندانی بداشت که اخلاط را در مفاصل نضجی پدید آمد پس برفت جامه در
پوشید وبیامد در برابر امیر بایستاد وسقطی چند بگفت که ای فلان وکذا تو
فرمودی تا مرا ببستند و بکشتن اشارت کردند و در خون من شدند اگر مکافات آن
جانت بر هم نزنم پسر زکریا نام امیر بغایت در خشم شد و از جای خویش در آمد بهمر
زانو بجز زکریا کاردی بر کشید تشدید زیادت کرد امیر یکی از خشم ویکی از
بیم تمام برخاست ومحمد زکریا چون امیر را برپای دید برگشت و از گرما
بیرون آمد او و غلام هر دو پای بر اسپ و استر کردند ایستادند وروی
بآموی نهادند نماز دیگر از آب بگذشت وتا مرو هیچ جای نایستاد
چون بمرو فرود آمد نامه نوشت بخدمت امیر که زندگانی پادشاه دراز باد
در صحت بدن ونفاذ امر خادم علاج آغاز کرد و آنچه ممکن بود بجای آورد
حرارت غریزی با ضعفی تمام بود وعلاج طبیعی دراز کشیدی وسفا
ازال بگذاشتم و بعلاج نفسانی آمدم و بگرما به بردم و شربتی بدادم
ورها کردم تا اخلاط نضجی تمام یافت پس پادشاه را بخشم آوردم
حرارت غریزی را مدد حادث شد و قوت گرفت و آن اخلاط نضج پذیرفته
را تحلیل کرد و بعد از این صواب نیست که میان من و پادشاه جمعیتی باشد
اما چون امیر برپای خاست ومحمد زکریا بیرون شد وبر نشست حالی اورا

غشی آورد چون بهوش باز آمد بیرون آمد وخدمتگاران را آواز داد
وگفت طبیب کجا شد گفتند از گرمابه بیرون آمد وپائے در اسپ گردانید
وغلامش پائے در استر ورفت. امیر دانست که مقصود چه بوده است
پس بپائے خویش از گرمابه بیرون آمد. خبر در شهر افتاد وامیر بار داد وخدم
وحشم ورعیت جمله نثارها کردند وصدقها دادند وقربانها کردند وجشنها
پیوستند وطبیب را هرچند بجستند نیافتند. هفتم روز غلام محمد زکریا در رسید
بران استر نشسته واسپ جنیبت کرده ونامه عرض کرد امیر نامه برخواند
وعجب داشت واو را معذور خواند وتشریف فرمود از اسپ وساخت
وجبه ودستار وسلاح وغلام وکنیزک وبفرمود تا برے از املاک مامون
هر سال دو هزار دینار زر ودویست خروار غله بنام وے همی راندند واین
تشریف واو را نامه بدست معروفے بمرو فرستاد. امیر صحت کلی یافت و
محمد زکریا بمقصود بخانه رسید۔

حکایت

ابو العباس مامون خوارزمشاه وزیرے داشت نام او ابو الحسن احمد
بن محمد السهیلی مردے حکیم طبع وکریم نفس وفاضل وخوارزمشاه همچنین حکیم طبع
وفاضل دوست بود وبسبب ایشان چندین حکیم وفاضل بر آن درگاه
جمع شده بودند چون ابو علی سینا وابو سهل مسیحی وابو الخیر خمار وابو ریحان
بیرونی وابو نصر عراق اما ابو نصر عراق برادرزاده خوارزمشاه بود۔

و در علم ریاضی و انواع آں ثانی بطلیموس بود و ابوالخیر خمّار در طب ثالث بقراط
و جالینوس بود- و ابوریحان در نجوم بجائے ابومعشر و احمد بن عبد الجلیل
بود و ابوعلی سینا و ابوسہل مسیحی خلف ارسطاطالیس بودند در علم حکمت
کہ شامل است ہمہ علوم را- ایں طائفہ دراں خدمت از دنیاوی بے
نیازی داشتند و با یکدیگر انسے در محاورت و عیشے در مکاتبت میکردند
روزگار بر نہ پسندید و فلک روا نداشت آں عیش بر ایشاں منغّص شد آں
روزگار بر ایشاں بزیاں آمد- از نزدیک سلطان یمین الدولہ محمود معروفی
رسید با نامہ مضمون نامہ آنکہ شنیدم کہ در مجلسِ خوارزم شاہ چند کس اند از
اہل فضل کہ عدیم النظیرند چوں فلاں و فلاں باید کہ ایشاں را بمجلس ما فرستی
تا ایشاں شرفِ مجلس ما حاصل کنند و ما بعلوم و کفایاتِ ایشاں مستظہر
شویم و آں منت از خوارزمشاہ داریم و رسولِ وے خواجہ حسین بن علی
میکال بود کہ یکے از افاضل و اماثل عصر و اعجوبہ بود از رجالِ زمانہ و کارِ
محمود در اوجِ دولت ملکِ اُو رونقے داشت و دولتِ اُو علوّے ملوکِ
زمانہ اُو را مراعات ہمے کردند و شب ازو باندیشہ ہمے خفتند خوارزمشاہ
خواجہ حسین میکال را بجائے نیک فرود آورد و علفۂ شگرف فرمود و پیش
از آنکہ اُو را بار داد حکما را بخواند و ایں نامہ بر ایشاں عرضہ کرد و گفت محمود
قوی دست است و لشکر بسیار دارد و خراسان و ہندوستان ضبط کردہ است
و طمع در عراق بستہ من نتوانم کہ مثال اُو را امتثال ننمائم و فرمانِ اُو را
بنفاذ نہ پیوندم شما دریں چہ گوئید ابوعلی و ابوسہل گفتند ما نرویم

اما ابو نصر و ابو الخیر و ابو ریحان رغبت نمودند کہ اخبار صلات وہبات سلطان ہمی شنیدند، پس خوارزم شاہ گفت شما دو تن را کہ رغبت نیست پیش از انکہ من این مرد را بار دہم شما سر خویش گیرید پس خواجہ اسباب بوعلی و ابو سہل بساخت و دلیلی ہمراہ ایشان کرد و از راہ گرگان روئے بگرگان نہادند روز دیگر خوارزم شاہ حسین علی میکال را بار داد و نیکوئیہا پیوست و گفت نامہ خوارزم بر مضمون نامہ و فرمان بادشاہ وقوف افتاد ۔ ابو علی و ابو سہل برفتہ اند لیکن ابو نصر و ابو ریحان و ابو الخیر بسیج میکنند کہ پیش خدمت آیند و باندک روزگار برگ ایشان بساخت و با خواجہ حسین میکال فرستاد و در بلخ بخدمت سلطان یمین الدولہ محمود آمدند و بحضرت او پیوستند و سلطان را مقصود از ایشان ابو علی بود و ابو نصر عراق نقاش دبود بفرمود تا صورت بو علی بر کاغذ نگاشت ۔ نقاشان را بخواند تا بران مثال چہل صورت نگاشتند و با مناشیر باطراف فرستادند و از اصحاب اطراف درخواست کہ مردے ہست بدین صورت و او را ابو علی سینا گویند ۔ طلب کنند و او را بمن فرستند اما چون ابو سہل با کس ابو الحسین السہیلی اندر نزد خوارزم شاہ برفتند چنان کردند کہ بامداد او را پانزدہ فرسنگ رفتہ بودند با مداد بسر چاہ ساپے فرود آمدند، پس ابو علی تقویم برگرفت و بنگریست تا بچہ طالع بیرون آمدہ است ۔ چون بنگرید روئے با ابو سہل کرد و گفت بدین طالع کہ ما بیرون آمدہ ایم راہ گم کنیم و شدت بسیار بینیم ابو سہل گفت،

مرضنا بقضاء الله - من خود ہمے دانم کہ ازین سفر جان نبرم کہ تقدیر
من درین دو روز بعیوق مے رسد و او قاطع است مرا امیدے
نماندہ است و بعد ازین میانِ ما ملاقاتِ نفوس خواہد بود و بس برانند
ابو علی حکایت کرد کہ روزے چہارم بادے برخاست و گرد و برانگیخت
و جہان تاریک شد و ایشان راہ گم کردند و باد طریق را محو کرد و چون باد بیارامید
امید دلیل ایشان گمراہ تر شدہ بود و دران گرمائے بیابانِ خوارزم از بے آبی
و تشنگی بوسہل مسیحی بعالمِ انتقال کرد و دلیل و ابو علی باہزار شدائد بیاورد
افتادند و دلیل باز گشت و بو علی بطوس رفت و بنشاپور رسید - خلق را
دید کہ ابو علی را مے طلبیدند - متفکر بگوشہ فرود آمد و روزے چند
آنجا بود و از انجا رو بگرگان نہاد کہ قابوس پادشاہِ گرگان بود و مردے
بزرگ و فاضل دوست و حکیم طبع بود ابو علی دانست کہ اورا آنجا
آفتے نرسد - چون بگرگان رسید بکاروانسرائے فرود آمد - مگر ہمسایگی
او یکے بیمار شد معالجت کرد و بہ شد - بیمارے دیگر را نیز معالجت کرد
بہ شد بامداد قارورہ آوردن گرفتند و ابو علی ہمے نگریست و دخلش پدید
آمد و روز بروز مے افزود روزگارے چنین میگذاشت - مگر یکے از
اقربائے قابوس و شمگیر را کہ پادشاہِ گرگان بود عارضہ پدید آمد و اطباء
معالجتِ او برخاستند و جہد کردند و جدے تمام نمودند علت بشفا
نپیوست و قابوس را غم عظیم دران دلبستگی بود تا یکے از خدم قابوس را
گفت کہ در فلان تیم جوانے است عظیم طبیب و بغایت مبارک

دست و چند کس بر دست او شفا یافت قابوس فرمود که او را طلب کنید
و بسر بیمار برید تا معالجت کند که دست او دست مبارک است پس بود
پس ابوعلی را طلب کردند بسر بیمار بردند جوانی دید بغایت خوبروی
و متناسب اعضا خط اثر کرده و زار افتاده پس بنشست و نبض او بگرفت
و تفسره بخواست و بدید پس گفت مرا مردی باید که محلات و محلات
گرگان را همه شناسد بیاوردند و گفتند اینک ابوعلی دست بر نبض بیمار نهاد و
گفت برگوی و محلتهای گرگان نام بر و آن کس آغاز کرد و نام محلتها گفتن
گرفت تا رسید بمحلتی که نبض بیمار در آن حالت حرکتی غریب کرد پس ابوعلی گفت
ازین محله کویها بر شمار آن کس بر شمرد تا رسید بنام کویی که آن حرکت معاودت
کرد پس ابوعلی گفت کسی باید که درین کوی همه سراها را داند بیاوردند
و سراها را بر شمردن گرفت تا رسید بدان سرایی که این حرکت باز آمد ابوعلی گفت
اکنون کسی باید که نامهای اهل سرای تمام داند و بر شمارد بیاوردند
بر شمردن گرفت تا آمد بنامی که همان حرکت حادث شد آنگه ابوعلی گفت
تمام شد پس روی به معتمدان قابوس کرد و گفت این جوان در فلان محله در
فلان کوی و در فلان سرای بر دختر فلان و فلان نام عاشق است و داروی او
وصال آن دختر است و معالجت او دیدار او و با شد بیمار گوش داشته بود
و هرچه خواجه ابوعلی می گفت می شنید از شرم سر در جامه خواب کشید چون
استطلاع کردند همچنان بود که خواجه ابوعلی گفته بود پس این حال را پیش قابوس
رفع کردند قابوس را عظیم عجب آمد و گفت او را بمن آرید خواجه ابوعلی را

پیش قابوس بردند و قابوس صورت ابوعلی داشت که سلطان الدوله فرستاده بود
چون پیش قابوس آمد گفت أنت أبو علی گفت نعم یا ایها الملک
الملک المعظم قابوس از تخت فرود آمد و چند گام ابوعلی را استقبال کرد و
در کنارش گرفت و با او بر یک نهالی پیش تخت بنشست و بزرگیها پیوست نیکو
بپرسید و گفت اجل افضل و فیلسوف اکمل کیفیت این معالجه البته با من گوی ابوعلی
گفت چون نبض و تفسره بدیدم مرا یقین گشت که علت عشق است و از کتمان
سر حال بدینجا رسیده است اگر از وی سوال کنم راست نگوید پس دست بر نبض
او نهادم و نام محلات بگفتند چون بمحلهٔ معشوق رسید عشق او را بجنبانید حرکت بدل گشت
دانستم که در آن محله است بگفتم تا نام کوچها بگفتند چون نام کوی معشوق خویش شنید
همان معنی حادث شد نام کوی بدانستم بفرمودم همه را نام بردند چون بنام
سرای معشوق رسید همان حالت ظاهر شد سرای نیز بدانستم بگفتم تا نام اهل سرا
بردند چون نام معشوق خود بشنید بغایت متغیر شد معشوق را نیز بدانستم پس
با او گفتم و او منکر نتوانست شدن مقر آمد قابوس از این معالجت شگفتی بسیار
نمود و متعجب بماند والحق جای تعجب بود پس گفت یا اجل افضل اکمل عاشق
و معشوق هر دو خواهرزادگان منند و خاله زادگان یکدیگر اختیاری بکن تا عقد ایشان بکنیم
پس خواجه ابوعلی اختیاری پسندیده بکرد و آن عقد بکردند و عاشق و معشوق را بهم پیوستند
و آن جوان پادشاه زادهٔ خوب صورت از چنان رنجی که بمرگ نزدیک بود برست
بعد از آن قابوس خواجه ابوعلی را هر چه نیکوتر بداشت و از آنجا بری شد بوزارت شهنشاه
علاء الدوله افتاد و آن خود معروف است اندر تاریخ ایام خواجه ابوعلی سینا۔

حکایت

صاحب کامل الصناعة طبیب عضد الدوله بود بیمارے در شهر شیراز از دوران شهر
حمالے بود که چهار صد من یا پانصد من بار بر پشت گرفتے بعد پنج شش ماه آں حمال را
درد سر گرفتے و بیقرار شدے و ده پانزده شبانروز همچناں بماندے یکبار او را آں
درد سر گرفته بود و هفت هشت روز بر آمده و چند بار نیت کرده بود که خویشتن را بکشد
آخر اتفاق چناں افتاد که آں طبیب بزرگ روزے بدر خانه آں حمال بگذشت
برادران حمال پیش او دویدند و خدمت کردند و او را بخدائے عزوجل سوگند دادند
و احوال برادر و درد سر او بطبیب بگفتند طبیب گفت او را بمن نمائید پس آں
حمال را پیش او بردند چوں بدید مردے شگرف دید قوی هیکل و جفتے کفش در پا
کرده که هر پائے منے و نیم بود لختے نبض او بدید و تفسره خواست گفت
او را با من بصحرا آرید چناں کردند چوں بصحرا شدند طبیب غلام خویش را گفت
دستار حمال از سرش فرو گیر و در گردن او کن و بسیار بتاب پس غلام دیگر را
گفت کفش او از پایش بیرون کن و تا لختے بلیسیت بر سرش زن غلام چناں کرد
فرزندان او بفریاد آمدند اما طبیب محتشم و محترم بود هیچ نتوانستند کرد
پس غلام را گفت که آں دستار که در گردن او تافته بگیر و بر اسپ من نشیں و او را
با خود کشاں همی دواں غلام همچناں کرد و او را در آں صحرا بسیار بتازانید چنانکه خون
از بینی بگشاد و گفت اکنوں رها کن بگذاشتند و آں خوں همی رفت گنده تر از مردار آں
مرد در میان رعاف در خواب شد و در مستی سه چهار ساعت از بینی او برفت و باز ایستاد

پس اُورا بر گرفتند و بخانہ آوردند از خواب در نیامد و شبانروزے خفتہ بماند و آں دردِ سر او برفت و معالجہ محتاج نیفتاد و معاودت نکرد و عضدولہ اُورا از کیفیتِ آں معالجت پرسید گفت اے پادشاہ آں خون نہ مادے بود در دماغ کہ بپارۂ قبقر افزود آملے وجہ معالجتش جز ایں نبود کہ کردم۔

حکایت

مالیخولیا علتے ست کہ اطبا در معالجت اُو فرومانند۔ اگرچہ امراض سوداوی ہمہ مزمن است لیکن مالیخولیا خاصیتے دارد بدیر زایل شدن و ابوالحسن بن یحیی اندر کتابِ معالجت بقراطی کہ اندر طب کس چناں کتابے نکردہ است برشمرد از ائمہ حکما و فضلا و فلاسفہ کہ چند از ایشاں بداں علت معلول گشتہ اند اما حکایت کرد مرا استادِ من الشیخ الامام ابوجعفر بن محمد ابی سعد المعروف بصرخ (؟) از الشیخ الامام محمد بن عقیل القزوینی از امیر فخرالدولہ باکالنجار البویہی کہ یکے را از امرۂ آل بویہ مالیخولیا پدید آمد و اورا دریں علت چناں صورت بست کہ او گاؤے شدہ است ہمہ روز بانگ ہمے کرد و ایں و آنرا ہمے گفت کہ مرا بکشید کہ از گوشت من ہریسہ نیکو آید تا کار بدرجہ بکشید کہ نیز ہیچ نخورد و روزہا برآمد و نہارہ کرد و اطبا در معالجت او عاجز آمدند و خواجہ ابوعلی اندریں حالت وزیر بود و شاہنشاہ علاؤالدولہ محمد بن دشمنزیار بروے اقبالے داشت و جملہ ملک در دستِ او نہادہ بود و کلی شغل برائے و تدبیر او باز گذاشتہ و الحق بعدِ اسکندر کہ ارسطالیس وزیر او بود ہیچ پادشاہ چوں ابوعلی وزیر نداشتہ بود

و درین حال که خواجه ابو علی وزیر بود هر روز پیش از صبح برخاستے و از
کتاب شفا دو کاغذ تصنیف کردے چون صبح صادق بدمیدے شاگردان را
بار دادے چون کیا رئیس بهمنیار و ابو منصور بن زیله و عبد الواحد جوزجانی و سلیمان
دمشقی و من که باکالیجارم تا وقت اسفار سبق همی خواندیمے و در پے او نماز کردیمے و تا
بیرون آمدیمے هزار سوار از مشاهیر و معارف و ارباب حوائج و اصحاب اغراض
بر در سرائے او گرد آمده بودے و خواجه برنشستے و آن جماعت در خدمت او
برفتندے چون بدیوان رسیدے سوار دو هزار شده بودے پس بدیوان تا نماز پیشین
بماندے و چون باز گشتے بخوان آمدے جماعتے با او نان بخوردندے پس بقیلوله
مشغول شدے و چون برخاستے نماز بکردے و پیش شاهنشاه شدے و تا نماز
دیگر پیش او مفاوضه و محاوره بودے میان ایشان در مهمات ملک و دو تن بودندے که
هرگز ثالثے نبودے و مقصود ازین حکایت آن است که خواجه را هیچ فراغت
نبودے پس چون اطبا از معالجت آن جوان عاجز آمدند پیش شاهنشاه [illegible]
معظم علاء الدوله آن حال بگفتند و او را شفیع برانگیختند که خواجه را بگوید تا آن
جوان را علاج کند علاء الدوله اشارت کرد و خواجه قبول کرد پس گفت آن
جوان را بشارت دهید که قصاب مے آید تا ترا بکشد و آن جوان چون بشنید
شادی همی کرد پس خواجه برنشست چنانکه با کوکبه بر در سرائے بیمار آمد با دو تن
در رفت و کارد بدست گرفت گفت این گاو کجا است تا او را بکشم آن
جوان همچو گاو بانگے کرد یعنی اینجا است خواجه گفت بمیان سرائے آرید و
دست و پائے او ببندید و فرو افگنید بیمار چون آن بشنید بدوید و بمیان سرائے آمد

و بر پهلوی راست خفت و پای او ببستند پس خواجه ابوعلی بیامد و کارد بر کارد
مالید و فرو نشست و دست بر پهلوی او نهاد چنانکه عادت قصابان بود
پس گفت وه این چه گاو لاغریست این را نشاید کشتن علف دهید تا فربه
شود و برخاست و بیرون آمد و مردم را گفت که دست و پای او بگشایید
خوردنی آنچه فرمایم پیش او برید و او را گویید بخور تا زود فربه شوی چنان کردند که
خواجه گفت خوردنی پیش او بردند و او بستد و بخورد و بعد ازان هرچه از اشربه و ادویه
خواجه فرمودی بدو دادندی و گفتندی که نیک بخور که این گاو را نیک فربه کند
او بشنودی و بخوردی بدان امید که فربه شود تا او را بکشند پس اطبا دست
بمعالجت او برگشادند چنانکه خواجه ابوعلی میفرمود بیک ماه از آن بصلاح آمد و صحت
یافت و همه اهل خرد دانند که این چنین معالجت نتوان کرد الا بفضلی کامل
و علمی تمام و حدسی راست۔

حکایت

در عهد ملکشاه و بعضی از عهد سنجر فیلسوفی بود بهرات و او را ادیب اسمعیل
گفتندی مردی سخت بزرگ و فاضل و کامل اما اسباب او و معاش او از
دخل طبیبی بودی و او را ازین جنس معالجات نادره بسیارست مگر وقتی ببازار
کشتارگاه بر میگذشت قصابی گوسفندی را سلخ میکرد و گاه گاه دست در شکم
گوسفند کردی و پیه گرم بیرون کردی و همی خوردی خواجه اسمعیل چون آن حالت بدید
در برابر او بقالی را گفت که اگر وقتی این قصاب بمیرد پیش از آنکه او را بگور کنند

مرا خبر کن بقال گفت سپاس دارم چون این حدیث را با شیخ گفت خشمش برآمد
یک روز بامدادے خبر آفتاد که دوش فلان قصاب مرد بمفاجات بے هیچ علت
و بیماری نه کشید و این بقال بتعزیت شد خلقے دید جامه دریده و جلسے در حسرت
او همه سوختند که جوان بود و فرزندان خرد داشت پس آن بقال را سخن خواجه اسمعیل
یاد آمد بدو بیاد وے را خبر کرد خواجه اسمعیل گفت و بیامد پیش این قصاب را یافت و
بیان سرائے شد و چادر از روئے مرده برداشت و نبض او در دست بگرفت
و یکے را فرمود تا قصاب را بر پشت پائے او همی زد پس از ساعتے وے بگفت بنشست
پس علاج سکته آغاز کرد و روز سیوم مرده بر پا است و اگرچه مفلوج شد
سالها بزیست پس اہل مردمان عجب داشتند و آن بزرگ از پیش
دیده بود که او را سکته خواهد بود

حکایت

شیخ الاسلام عبد الله انصاری قدس الله روحه با این خواجه تعصب بکرد
و بارها قصد او کرد و کتب او بسوخت و این تعصب بود و بسی که مردمان درد
اعتقاد کرده بودند که او مرده زنده میکند و آن اعتقاد عوام از باز میداشت
مگر شیخ بیمار شده و در میان مرض فواق پدید آمد و هرچند اطباء علاج کردند سود
نداشت نا امید گشتند آخر بعد از نا امیدی قاروره شیخ بدو فرستادند و علاج
خواستند بنام غیرے خواجه اسمعیل چون قاروره نگریست گفت این آب فلان است و
فواقش پدید آمده است و دران عاجز شده اند او را بگوئید تا بسا اپیست

مغز پسته با یک استار شکر عسکری بکوبند و اورا دهند تا باز رهد و بگویید که تعلیم
بباید آموخت و کتاب نباید سوخت پس ازین دو چیز سفوفی ساختند و بیمار
بخورد و حالی فواق بنشست و بیمار بیاسود۔

حکایت

یکی را از شاهان شهر اسکندریه بعهد جالینوس سپر دست درد گرفت و بیقرار
شد و هیچ تیمار راه نبرد جالینوس را خبر کردند پس فرستاد که این سرکتف را بنهند چنان کردند
که جالینوس فرموده بود در حال درد بنشست و بیمار بیارامید اطبا در عجب
بماندند پس از جالینوس پرسیدند که اینجا معالجت بود که کردی گفت آن عضو که
بیمار است درد میکرد و مخرج او از سر کتف است من اصل را معالجت کردم فرع نیک شد

حکایت

فضل بن یحیی برمکی را بر سینه و پشت برص پدید آمد سخت بدان رنجور شد و گرمابه
رفتن بشب انداخت تا کسی بر آن مطلع نشود پس ندیمان را جمع کرد و گفت اطبای هر
عراق و خراسان و شام و پارس را طلب کنید احاذق ترین ایشان بیابید کی که مشهور
تر است گفتند جاثلیق پارس است پس کس فرستاد و حکیم جاثلیق را از پارس به بغداد آورد
و با او بنشست و بر سبیل امتحان گفت مرا در پای آفتی پیدا شد تدبیر
معالجت چی باید کرد حکیم جاثلیق گفت از کل ماکولات و ترشیها پرهیز کردن
و غذا نخود آب باید خوردن به گوشت ماکیان یکساله و حلوای زرده مرغ را

بانگبین باید کردن و از آن خوردن چون ترتیب این غذا تمام نظام پذیرد من تدبیر
ادویه بکنم فضل گفت چنین کنم پس فضل بر عادت آن شب از همه چیزها بخورد
و زیربای که معتقد ساخته بودند همه بکار داشت و لذت کوامخ و رواصیر هیچ احتراز
نکرد - دیگر روز جاثلیق بیامد و قاروره بخواست و بنگریست و دیش برافروخته
و گفت من این معالجت نتوانم کرد تو از ترشیها و لبنیات نهی کرده ام تو زیربائے
خوردی و از کامه و ابیجات پرهیز نکنی معالجت موافق نیفتد - پس فضل بن یحیی بر حدس
و حذاقت آن بزرگ آفرین کرد و علت خویش با او در میان نهاد و گفت ترا
بدین جهت خواندم و این امتحانے بود که کردم جاثلیق دست بمعالجت برد و آنچه
درین باب بود بکرد و روزگارے برآمد هیچ فائده نداشت و حکیم جاثلیق بر خویش
همے پیچید که این چندان کار نبود و چندین بکشید تا روزے با فضل بن یحیی نشسته
بود گفت اے خداوند بزرگوار آنچه معالجت بود کردم هیچ اثر نکرد مگر پدر از تو
ناخوشنود هست پدر را خوشنود کن تا من این علت از تو ببرم فضل آن شب
برخاست و نزدیک یحیی رفت در پائے او افتاد و رضائے او بطلبید و آن پدر پیر از
وی خوشنود گشت (و جاثلیق او را همان انواع معالجت همی کرد و روے به بهبودی گذارد
و چندے بر نیامد که شفائے کامل یافت) پس فضل از جاثلیق پرسید که تو چه دانستی که
سبب علت ناخوشنودی پدر است جاثلیق گفت من هر معالجے که بود بکردم
سود نداشت گفتم این مرد بزرگ گداز جائے خورده است بنگریستم هیچکس نیافتم که
شب از تو ناخوشنود و هیچ شکنے بلکه از صدقات و صلات و تشریفات تو بسیار
کسے آسوده است تا خبر یافتم که پدر از تو بیازرده است و میان تو و او نقلے

هست من دانستم که از آنست این علاج بکردم برفت و اندیشهٔ من خطا نبوده
بعد از آن فضل بن یحیی بهاتلیق را آواتکر کرده بپارس فرستاد

حکایت

در سنه سبع واربعین وخمسمائه که میان سلطان عالم سنجر بن ملکشاه و خداوندم
علاء الدنیا والدین الحسین بن الحسین خلد الله تعالی ملکهما و سلطانهما بدر اوبه
مصاف افتاد و لشکر غور را چنان چشم زخمی افتاد و من بنده در هرات چون
متواری گونه همی گشتم بسبب آنکه منسوب بودم بغور و دشمنان بر خیره هم چیزی
همی گفتند و شماتتی همی کردند و درین میان شبی بخانهٔ آزادمردی افتادم و چون نان
بخوردیم و من بحاجتی بیرون آمدم آن آزادمرد که من بسبب او آنجا افتاده بودم
مرا اثنائی میگفت که مردمان او را شاعر شناسند اما بیرون از شاعری خود
مردی فاضل است در نجوم و طب و ترسل و دیگر انواع متبحر است چون
بمجلس باز آمدم خداوند خانه مرا احترامی دیگر کرد چنانکه محتاجان کنند و چون
ساعتی بود بنزدیک من نشست و گفت ای فلان یک دختر دارم و بیرون از وی
کس ندارم و نعمتی هست این دختر را علتی هست که در ایام عذر ده پانزده من سرخی
از وی برود و او عظیم ضعیف شود و با طبیبان مشورت کردیم و چندین کس علاج
کردند هیچ سود نداشت اگرچه بند دشکم بر می آید و در بیمه کرد و اگر
یکشنبه سیلان می افتد و ضعف پدید آید و همی ترسم که نباید که یکبارگی قوت
ساقط گردد گفتم این بار که این علت پدید آید مرا خبر کن و چون روزی ده

برآمد مادرِ بیمار بیامد و مرا ببرد و دختر را پیشِ من آورد. و دختر پنج یا هفت بغایت
نیکو دهشت زده و از زندگانی نا امید شده بیدون در پایم افتاد و گفت
ای پدر از بهرِ خدای مرا فریاد رس که جوانم و جهان نادیده چنانکه آب
از چشم من بجست. گفتم دل فارغ دار که این سهل است. پس دست بنبض
او نهادم قوی یافتم و رنگِ روی هم برجای بود و از امورِ عشره شش
موجود بود. چون امتلا و قوت و مزاج و سن و فصل و هوای بلد و عادت و ارض
ملائم و صناعت فصادی را خواندم و بفرمودم تا هر دو دستِ او را باسلیق
بگشودند و زنان را از پیش او دور کردم و خود طاسی خواستم پس باسلیق
و شرح دستگی هزار خون برگرفتم و بیمار بیهوش بیفتاد. پس بفرمودم تا آتش
آوردند و برابرِ او کباب بسیار کردم و مرغ بسیار گردانیدند تا خانه از بخار کباب
پر شد و بر دماغ او رفت و باهوش اندر آمد بجنبید و بنالید. پس شربتی بخورد
و مفرحی ساختم او را معتدل و یک هفته معالجت کردم خون بجای باز آمد
و آن علت زایل شد و عادت بقرارِ خویش باز آمد و او را فرزند خواندم و او مرا پدر
خواند و امروز مرا چون فرزندان دیگر است.

فصل

مقصود از تحریر این رساله و تقریر این مقاله اظهار فضل نیست و اذکار خدمتی
بلکه ارشادِ مبتدی است و احمادِ خداوند پادشاه معظم مؤید مظفر منصور حسام الدولة
والدنیا والدین نصرة الاسلام والمسلمین عمدة [illegible]

والسلاطین قامع الکفرة والمشرکین - قاهر المبتدعة والملحدین ظهیر الایام مجیر الانام
عضد الخلافة جمال الملة جلال الامة نظام العرب والعجم اصیل العالم
شمس المعالی ملک الامراء ابوالحسن علی بن مسعود بن الحسین نصیر امیر المؤمنین
ادام الله جلاله وزاد فی السعادة اقباله که بادشاهی را بمکان او مفاخرت
است ودولت را بخدمت او مبادرت، ایزد تبارک وتعالی دولت را
بجمال او آراسته دارا دو ملک را بکمال او پیراسته وچشم خداوندزاده
ملک مؤید منصور شمس الدولة والدین بحسن سیرت وسریرت او روشن باد
وحفظ الهی وعنایت پادشاهی بر قد حشمت وقامت عصمت هردو جوشن
باد ودل خداوند ولی نعمت ملک معظم عالم عادل مؤید مظفر منصور
فخر الدولة والدین ... الاسلام والمسلمین ملک ملوک الجبال ببقاء هم
شادمانه مدتی بلند جاودانه -

تمت الکتاب

تصحیح شده

خاک نشین عندلیب شادانی

Printed at the Alamgir Electric Press, Lahore, by Hafiz Mohd. Alam & published by Sh. Mubarak Ali Bookseller, Inside Lohari Gate, Lahore.
Title printed at the Koh-i-Noor Press, Lahore.

Price -/12/-